Seeratun Nabi [saw] event held at New York

Tabligh event held at Columbus, Ohio

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

النـــور

اپریل 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّمَّا یَعۡبُدُ ہٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُہُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوۡہُمۡ نَصِیۡبَہُمۡ غَیۡرَ مَنۡقُوۡصٍ ۝

(سورۃ ھود:110)

پس یہ لوگ جس (باطل) کی عبادت کرتے ہیں اس کے متعلق تُو کسی شک میں مبتلا نہ ہو۔ یہ عبادت نہیں کرتے مگر ویسی ہی جیسی پہلے سے ان کے آباءواجداد کرتے رہے ہیں اور یقیناً ہم انہیں ان کا حصہ کم کئے بغیر پورا پورا ادا کریں گے۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 61}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ O

(هود:113)

پس (اے رسول) تو ان (لوگوں) کے سمیت جنہوں نے تیرے ساتھ ہو کر (ہماری طرف سچا) رجوع (اختیار) کیا ہے (اس طرح پر) جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے سیدھی راہ پر قائم رہ۔ اور (اے مومنو) تم (اس حکم کی) حد سے نہ بڑھنا جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے یقیناً دیکھتا ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :

رسول کریم ﷺ کے متبعین کیلئے آپؐ کی اتباع اور آپؐ کے اسوہ پر چلنا ضروری ہے کیونکہ فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ۔ جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے اس طرح مستقل طور پر اور لزوم کے ساتھ تو عمل کر اور تیرے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے لوگ بھی اسی طرح عمل کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل معیار عمل کا وہی ہے جو رسول کریم ﷺ کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مومنوں کیلئے یہ فرماتا کہ وہ اس طرح عمل کریں جس طرح انہیں حکم دیا گیا ہے مگر انہیں رسول کریم ﷺ کے امر کے تابع فرما کر بتا دیا کہ رسول کریم ﷺ کے اسوہ پر چلنا ہی مومنوں کا کام ہے۔ اور یہ اتنا بڑا مقام ہے کہ اس کے حصول کیلئے جس قدر بھی انسان کوشش کرے کم ہے۔ اگر ہمارے لئے کوئی اور راہ ہوتی تو ہم کہہ سکتے تھے کہ ہم نے اپنے درجہ کے مطابق کام کرنا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے درجہ کے مطابق مگر یہ بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس مقام پر کھڑے ہونے کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے اس جگہ پر آپؐ کے اتباع کو کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر افسوس مسلمانوں کا آج یہ حال ہے کہ خود تو اس مقام پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتے نہیں اور اگر کوئی خدا کا بندہ اس مقام کو پالیتا ہے تو اسے کافر و دجال کہنے لگتے ہیں۔ انا للّٰہ و انّا الیه راجعون.

اس آیت نے رسول کریم ﷺ پر جو اثر کیا تھا وہ تو اس سے ظاہر ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اَلْهُوْدُ وَاَخَوَاتُهَا شَیَّبَتْنِیْ قَبْلَ الشَّیْبِ۔ (ابن مردویه بحواله درمنثور) مجھے ہود اور اس جیسی سورتوں نے قبل از وقت بوڑھا کر دیا ہے کیونکہ آپؐ دیکھتے تھے کہ آپؐ کے ساتھ توبہ کرنے والے لوگ آپؐ کے زمانہ تک ہی محدود نہ تھے بلکہ آپؐ کے بعد قیامت تک آنے والے تھے۔ ان لوگوں کی تربیت کی ذمہ واری آپؐ کس طرح اٹھا سکتے تھے۔ یہ خیال تھا جس نے آپؐ پر اثر کیا اور آپؐ کو بوڑھا کر دیا۔ مگر آپؐ کا یہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند آیا کہ اس نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا اور وعدہ کر لیا کہ میں ہمیشہ تیری امت میں سے ایسے لوگ مبعوث کرتا رہوں گا جو تیرے نقش قدم پر چل کر میرا قرب حاصل کریں گے اور تیری طرف سے اس امت کی اصلاح کریں گے۔

رسول کریم ﷺ کے عمل کے مقابلہ میں اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ ہم نے کیا کیا ہے ہمارا بھی رسول کریم ﷺ کی طرح یہ فرض رکھا گیا ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کے ساتھ دوسرے مومنوں کی اصلاح کا بھی فکر کریں۔ ایک ادنیٰ سے غور سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ بغیر ایک کامل نظام کے اس حکم پر عمل نہیں ہو سکتا ایک مومن اپنے پاس کے مومنوں کو تو نصیحت کر سکتا ہے لیکن وہ سب دنیا کے مومنوں کو بغیر نظام کے کس طرح نصیحت کر سکتا ہے۔ صرف مکمل نظام ہی ہے جس کے ذریعے سے انسان اپنے گھر بیٹھا سب مسلمانوں کی خبر رکھ سکتا ہے کیونکہ جب وہ نظام کے قیام میں مدد دیتا ہے خواہ روپیہ سے وقت سے قلم سے زبان سے یا دماغ سے تو وہ اس نظام کا ایک حصہ ہو جاتا ہے اور اس نظام کے ذریعہ سے جہاں جہاں بھی کام ہوتا ہے اس میں وہ شریک ہوتا ہے۔ اس وقت احمدی جماعت ہی نظام کے ماتحت ہے اور دیکھ لو کہ وہی تبلیغ اسلام' دنیا کے مختلف ممالک میں کر رہی ہے۔ ایک پنجاب کے گاؤں کا زمیندار یا ایک افغانستان کے ایک گوشہ میں بسنے والا افغان جو جغرافیہ سے محض نابلد ہے جب اپنی کمائی کا ایک حصہ خزانہ سلسلہ میں ادا کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے ذاتی فرض کو ادا کرتا ہے بلکہ اس طرح وہ یورپ امریکہ سماٹرا جاوا افریقہ وغیرہ مختلف بڑا عظموں اور ملکوں میں تبلیغ اسلام کا جو کام ہو رہا ہے اس میں شریک ہو جاتا ہے اور اس حکم کی ذمہ واری سے ایک حد تک سبکدوش ہو جاتا ہے۔

(تفسیرِ کبیر جلد سوم صفحات 263-265)

احادیثِ مبارکہ

مَالِکٌ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ وَفِیْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَابُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

(موطا امام مالک۔ باب فی حسن الخلق صفحہ 264)

حضرت امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔یعنی میں اچھے اوراعلیٰ اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔

☆......☆......☆

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ۔

(مسند احمد صفحہ 68/6-150/6)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ جس طرح تو نے میری شکل وصورت اچھی اور خوبصورت بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق وعادات بھی اچھے بنا دے۔

☆......☆......☆

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اِسْتَشْرَفَهُ النَّاسُ فَقَالُوْا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجْتُ فِيْمَنْ خَرَجَ فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهٍ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلُ مَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَاَيُّهَاالنَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(سنن دارمی کتاب الاستئذان باب فی افشاء السلام' ترمذی ابواب صفة القيمة صفحہ 72/2)

حضرت عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ استقبال کیلئے نکلے۔میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ جب میں نے حضورؐ کا چہرۂ مبارک دیکھا تو میں جان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔حضورؐ نے اس موقع پر فرمایا: اے لوگو! سلام کو عام کرو، ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرواور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو۔اگر تم ایسا کرو گے تو تم امن اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

ارشاداتِ عالیہ بانئ جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اُسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان آیت اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ میں ظاہر فرمایا گیا۔ یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر یک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے جس کے فائض ہونے کیلئے کوئی قابلیت شرط نہیں۔ لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور انہیں افراد خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اس کے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے۔ یعنی نفوس کاملہ انبیاء علیہم السلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا۔ اور چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائق حکمیہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے اول فیضان عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کر کے پھر اس فیضان خاص کو بغرض اظہار کیفیت نور خاتم الانبیاء ﷺ ایک مثال میں بیان فرمایا ہے کہ جو اس آیت سے شروع ہوتی ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔ الخ۔ اور بطور مثال اس لئے بیان کیا کہ تا اس دقیقہ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقت باقی نہ رہے۔ کیونکہ معانی معقولہ کو صور محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر یک غبی و بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ بقیہ ترجمہ آیات ممدوحہ یہ ہے۔ اس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنی وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّٰی ہے (یعنے نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے مُنزّہ اور مطہّر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دری کہتے ہیں (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارکہ سے (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے۔ (شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجودِ مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کیلئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرۂ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنے طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔۔۔۔۔)''

(براھین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ 192-193)

منظوم کلام امام الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اَلْقَصِیْدَۃُ الثَّالِثَۃُ الْمُبَارَکَۃُ فِیْ نَعْتِ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

أَ نَحْنُ نَفِرُّ مِنَ الرَّسُوْلِ وَدِیْنِہٖ وَیَبْدُ لَکُمْ آیَاتُنَا الْیَوْمَ اَوْ غَدًا

کیا ہم رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے دین سے دُور بھاگ سکتے ہیں جب کہ تمہارے لئے آج یا کل ہمارے نشان ظاہر ہو جائیں گے۔

وَوَاللّٰہِ لَوْلَا حُبُّ وَجْہِ مُحَمَّدٍ لَمَاکَانَ لِیْ حَوْلٌ لِاَمْدَحَ اَحْمَدَا

اور خدا کی قسم! اگر مجھے محمد کے چہرے کی محبت نہ ہوتی تو مجھے کوئی طاقت نہ ہوتی کہ احمد کی مدح کر سکوں۔

فَفِیْ ذَاکَ اٰیَاتٌ لِّکُلِّ مُکَذِّبٍ حَرِیْصٍ عَلٰی سَبٍّ وَّالْوٰی کَالْعِدٰی

اس میں ہر اس تکذیب کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں جو گالیاں دینے پر حریص اور دشمنوں کی طرح پیچھے پڑنے والا جھگڑالو ہے۔

وَکَمْ مِّنْ مَّصَائِبِ لِلرَّسُوْلِ اَذُوْقُھَا وَکَمْ مِّنْ تَکَالِیْفٍ سَئِمْتُ تَوَدُّدَا

اور بہت سی مصیبتیں ہیں کہ رسول اللہ کی خاطر میں انہیں چکھ رہا ہوں اور بہت سی تکلیفیں ہیں جو میں نے محبت کی وجہ سے برداشت کیں۔

فَاَسْئَمُ تِلْکَ الْمِحَنَ مِنْ ذَوْقِ مُحْجَتِیْ وَأَسْئَلُ رَبِّیْ اَنْ یَّزِیْدَ تَشَدُّدَا

یہ سب مصیبتیں میں اپنے دلی ذوق سے سہہ رہا ہوں اور میں اپنے ربّ سے طالب ہوں کہ وہ تشدّد میں اور زیادتی کرے۔

وَمَوْتِیْ بِسُبُلِ الْمُصْطَفٰی خَیْرُ مِیْتَۃٍ فَاِنْ فُزْتُھَا فَسَاُحْشَرَنْ بِالْمُقْتَدٰی

اور مصطفیٰ کی راہ میں میری موت بہترین موت ہے۔ اگر میں اس (موت کے حاصل کرنے) میں کامیاب ہو جاؤں تو میں ضرور اپنے پیشوا کیساتھ اٹھایا جاؤنگا۔

سَاُدْخَلُ مِنْ عِشْقِیْ بِرَوْضَۃِ قَبْرِہٖ وَمَا تَعْلَمُ ھٰذَا السِّرَّ یَاتَارِکَ الْھُدٰی

میں اپنے عشق کی وجہ سے آپ کی قبر کے باغ میں داخل کیا جاؤں گا اور اے تارکِ ہدایت؟ تو اس راز کو نہیں جانتا۔

(کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد7 صفحہ 94-95)

خطبہ جمعہ

ہمارا کام جو ہمیں ضرور ہی کرنا چاہئے، وہ یہی ہے کہ یہ دجل اور افتراء جس کے ذریعہ سے قوموں کو اسلام کی نسبت بدظن کیا گیا ہے، اُس کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ یہ کام سب کاموں پر مقدم ہے

میرے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر اگر کوئی ہاتھ ڈالنے کی ہلکی سی بھی کوشش کرے گا تو وہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کہ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ (یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں) کی گرفت میں آ جائے گا اور اپنی دنیا و آخرت برباد کر لے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت اور آپ کے لئے عملی غیرت کے شاندار نمونوں اور ناموس رسولؐ کے قیام کے لئے جلیل القدر مساعی کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 21 جنوری 2011ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

آج کل پریس اور دوسرا الیکٹرونک میڈیا، انٹرنیٹ وغیرہ جو ہے، اس پر مسلم اور غیر مسلم دنیا میں ایک موضوع بڑی شدت سے موضوعِ بحث بنا ہوا ہے اور یہ ہے ناموسِ رسالت کی پاسداری یا توہینِ رسالت کا قانون۔ ایک سچے مسلمان کے لئے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اس کے لئے سخت بے چینی کا باعث ہے کہ کسی بھی رسول کی، کسی بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی اہانت کی جائے اور اس کی ناموس پر کوئی حملہ کیا جائے۔ اور جب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا سوال ہو جنہیں خدا تعالیٰ نے افضل الرسل فرمایا ہے تو ایک حقیقی مسلمان بے چین ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی گردن تو کٹوا سکتا ہے، اپنے بچوں کو اپنے سامنے قتل ہوتے ہوئے تو دیکھ سکتا ہے، اپنے مال کو لٹتے ہوئے دیکھ سکتا ہے لیکن اپنے آقا و مولیٰ کی توہین تو ایک طرف، کوئی ہلکا سا ایسا لفظ بھی نہیں سن سکتا جس میں سے کسی قسم کی بے ادبی کا ہلکا سا بھی شائبہ ہو۔

بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا مسلم دنیا میں، خاص طور پر پاکستان میں بعض حالات کی وجہ سے یہ موضوع بڑا نازک موڑ اختیار کر گیا ہے اور اس وجہ سے دنیا کی نظریں آج کل پاکستان پر گڑی ہوئی ہیں۔ علاوہ اور بہت ساری وجوہات کے یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ اور مغربی ممالک کے بعض سربراہان بھی اور پوپ بھی اس حوالے سے پاکستان کی حکومت سے مطالبات کر رہے ہیں۔ آج کل یہ مغربی یا ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک پریس میں مسلمانوں کو اور اسلام کو ایک بھیانک، شدت پسند، عدمِ برداشت سے پُر گروہ اور مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں اور دنیا میں پاکستان، افغانستان یا بعض اور مسلم ممالک کی مثالیں اس حوالے سے بہت زیادہ دی جانے لگی ہیں۔ بہرحال مَیں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑ رہا کہ ناموسِ رسالت کے قانون کی مسلمانوں کے نزدیک کتنی اہمیت ہے؟ اور اس کی کیا قانونی شکل ہونی چاہئے؟ یا اس حوالے سے غیر مسلم دنیا کیا فوائد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے؟ اور بعض حالات میں مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہی ہے۔

مَیں تو آج صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر اگر کوئی ہاتھ ڈالنے کی ہلکی سی بھی کوشش کرے گا تو

وہ خداتعالیٰ کے اس فرمان کہ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِ یْنَ(الحجر: 96) ۔یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں، کی گرفت میں آجائے گا اور اپنی دنیا و آخرت برباد کر لے گا۔ میرے آقائے دو جہان ؐ کا مقام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت و مرتبے کی ہر آن اس طرح حفاظت فرما رہا ہے کہ جس تک دنیا والوں کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ آپ ﷺ کے مقام، آپ ﷺ کے مرتبے، آپ ؐ کی عزت کو ہر لحہ بلند تر کرتے چلے جانے کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یوں فرمایا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب:57) کہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ پس یہ ہے وہ مقام جو صرف اور صرف آپ ؐ کو ملا ہے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو کسی اَور نبی کی شان میں استعمال نہیں ہوئے۔ اور اس مقام کو اس زمانے میں سب سے زیادہ آنحضرت ؐ کے عاشقِ صادق نے سمجھا ہے اور ہمیں بتایا ہے۔ آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپ نے ہر قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(الاحزاب:57)۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبی پر‘‘۔

فرمایا کہ: ’’اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔ یعنی آپ ؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ ﷺ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا اور آپ ؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 23-24 مطبوعہ ربوہ)

پس آج یہ صدق و وفا ہے جس کا اُسوہ ہمارے سامنے آنحضرت ؐ نے قائم فرمایا ہے۔ یہ صدق و وفا کا تعلق آنحضرت ﷺ نے کس سے دکھایا؟ یہ تعلق اپنے پیدا کرنے والے خدا سے دکھایا۔ پس اگر ہم نے آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنی ہے اور آپ ؐ کی اُمّت کے ان افراد میں شامل ہونا ہے جو مومن ہونے کا حقیقی حق ادا کرنے والے ہیں تو پھر ہمیں صدق و وفا کے ساتھ اُن باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جن کا حکم ہمیں خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ اپنی زبانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے تر رکھنا ہے تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا قرب پا سکیں، تا کہ ہم اُن برکتوں سے فیض پا سکیں جو اللہ تعالیٰ کے اس پیارے نبی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ؐ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تمام حدود و قیود سے باہر تھی۔ اس لئے آپ ؐ کو یہ مقام ملا کہ اللہ اور اس کے فرشتے آپ ؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور اس لئے مومنوں کو بھی حکم ہے کہ درود بھیجیں اور درود بھیجتے ہوئے اُن احسانات کو سامنے رکھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کئے۔ ہمیں ایک ایسے دین سے آگاہ کیا جو خدا تعالیٰ سے ملانے والا ہے۔ ہمارے سامنے وہ اخلاق رکھے جو خدا تعالیٰ کو پسند ہیں۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی غیرت اور توحید کے قیام کے لئے نمونے قائم کئے تو عبدِ کامل بن کر عبادتوں کے حق بھی ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت کا اعلیٰ نمونہ ہمارے سامنے قائم فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کا بے مثال اسوہ بھی ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو ہر حالت میں سچائی پر چلنے، امانت و دیانت کا حق ادا کرنے، اپنے عہدوں کو پورا کرنے، رحمی رشتوں کا پاس کرنے، مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور اُن سے محبت اور شفقت کا سلوک کرنے، صبر اور حوصلہ دکھانے، عفو کا سلوک کرنے، عاجزی اور انکساری دکھانے اور ہر حالت میں خدا تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے علاوہ بہت سارے احکامات ہیں تو اس کی اعلیٰ ترین مثالیں بھی آپ ؐ نے ہمارے سامنے قائم فرمائیں۔ پس مومن کا یہ فرض ہے کہ جب اپنے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے تو ان نمونوں کو قائم کرنے کی کوشش کرے، تب اُس صدق و وفا کا اظہار ہوگا جو ایک مومن اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہے۔ اور پھر آپ کے واسطے سے خدا تعالیٰ سے صدق و وفا کا یہ تعلق ہے۔ اور جب یہ ہوگا تو پھر ہی آنحضرت ؐ پر بھیجا جانے والا درود، وہ درود کہلائے گا جو شکر گزاری کے طور پر ہوگا۔

یہ ہے ایک مومن کا آنحضرت ؐ سے عشق و وفا کا تعلق۔ یہ ہے آنحضرت ؐ کی ناموسِ رسالت کہ غیر کا منہ بند کرنے کے لئے ہم اسوۂ رسول ؐ پر عمل کرنے کی کوشش کریں، نہ کہ اپنے ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے انصاف کی دھجیاں اڑائیں اور غیر کو اپنے اوپر انگلی اٹھانے کا موقع دیں۔ اور صرف اپنے اوپر ہی نہیں بلکہ اپنے عملوں کی وجہ سے اپنے پیارے آقا سید المعصومین ؐ کے متعلق دشمن کو بیہودہ گوئی یا کسی بھی قسم کے ادب سے گرے ہوئے الفاظ کہنے کا موقع دیں۔ اگر مخالفینِ اسلام کو ہماری کسی کمزوری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا موقع ملتا ہے تو ہم بھی گناہگار ہوں گے۔ ہماری بھی جواب طلبی ہوگی کہ تمہارے فلاں عمل نے دشمن کو یہ کہنے کی جرأت دی ہے۔ کیا تم نے یہی سمجھا تھا کہ صرف تمہارے کھوکھلے نعروں اور بے عملی

کے نعروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کا اظہار ہو جائے گا یا تم پیار کا اظہار کرنے والے بن سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو عمل چاہتا ہے۔ پس مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑا خوف کا مقام ہے۔ باقی جہاں تک دشمن کے بغضوں، کینوں اور اس وجہ سے میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی بھی قسم کی دریدہ دہنی کا تعلق ہے، استہزاء کا تعلق ہے اُس کا اظہار، جیسا مَیں نے بتایا، اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرما دیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے مَیں کافی ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ روشنی دکھائی ہے کہ جس کے لئے ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی شکر گزار ہے اور ہونا چاہئے۔ اگر آپ ہمیں صحیح راستہ نہ دکھاتے تو ہمارا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا اظہار صرف ظاہری قانونوں اور جلسے جلوسوں تک ہی ہوتا۔ اس درود میں جب ہم آلِ محمدؐ کہتے ہیں تو آنحضرتؐ کے پیارے مہدی کا تصور بھی ابھرنا چاہئے جس نے اس زمانے میں ہماری رہنمائی فرمائی۔

اب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تحریرات پیش کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ آنحضرتؐ کے اعلیٰ ترین مقام کو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھا ہے اور دیکھا ہے، وہ کیا ہے؟ یقیناً یہ آپ ہی کا حصہ ہے جو اس سے ہمیں آگاہی فرمائی۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائکہ میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں'' (اس اسوہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں) ''اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی، امی، صادق، مصدوق، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی''۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن۔ جلد5۔ صفحہ160تا161)

پھر اس عاشقِ صادق کے عشقِ رسول میں فنا ہونے اور دلی جذبات کے اظہار کا ایک اور نمونہ بھی دیکھیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مُرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔ زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اُس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُس وقت تک ہم مُنوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد22۔ صفحہ118-119)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی''۔

(سراج منیر۔ روحانی خزائن۔ جلد12۔ صفحہ82)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے، سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ مَیں نبیوں کی عزّت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے

ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہوسکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے''۔

(ملفوظات ۔جلد اول۔ صفحہ 420 ۔مطبوعہ ربوہ)

آپ فرماتے ہیں:

''نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اُس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے''۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن۔ جلد19۔صفحہ13-14)

پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی کی تعریف کرتے ہوئے کہ آپؐ کی یہ زندگی کس طرح کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ اگر خدا کا کلام قرآنِ شریف مانع نہ ہوتا''، (یعنی اس کی وجہ سے کوئی روک نہ ہوتی)'' تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسمِ عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اُس سے اور اُس کے دین سے اور اُس کے محبّ سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے۔ لیکن یہ جسمِ عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22 ۔صفحہ 119-118 حاشیہ)

پس اگر کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرتؐ کے مقام کو پہچانا ہے، کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔ اور آپ ہی وہ مردِ مجاہد تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کی صورت میں سب سے پہلے مؤثر آواز بلند کی۔

1897ء میں جب پادریوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے ردّ میں ایک کتاب شائع ہوئی اور اس میں آنحضرتؐ کی ذات کے بارہ میں انتہائی دریدہ دہنی کی گئی اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کی گئی اور پھر مسلمانوں کا دل دکھانے کے لئے ایک ہزار کاپی اس کتاب کی علماء اور مسلمان لیڈروں کو مفت تقسیم کی گئی اور ایک کاپی اس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بھیجی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار دیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ گو قانون بے شک یہ کہہ دے کہ تمہیں بھی اجازت ہے اور یہ کتاب لکھنا توہین اور ہتک کے زمرہ میں نہیں آتا، تم لوگ بھی لکھ سکتے ہو۔ لیکن فرمایا کہ مسلمان تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی کے بارے میں اس طرح کی لغویات نہیں لکھ سکتے، بیہودہ گوئی نہیں کر سکتے۔ آپ نے حکومت کو مشورہ دیا کہ گورنمنٹ ایسا قانون بنائے کہ جس میں ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے فریق پر گند اچھالنے کی اجازت نہ ہو۔ اور یہی طریقِ کار ہے جس سے امن امان اور بھائی چارہ قائم ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بہترین طریق نہیں ہے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کی حفاظت اور مخالفین کے آپؐ کی ذات پر اور اسلام پر حملے کے خلاف ایک جوش تھا، اور ہر موقع پر آپ اس کے دفاع کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ درد سے مسلمانوں کو بھی سمجھایا کہ کس طرح ہم دشمنوں کے حملے کو پسپا کر سکتے ہیں؟ کیا طریقِ کار تم مسلمانوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے۔ قطع نظر اس کے کہ تم کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت ایک ایسا اہم کام ہے جس کے لئے تمام مسلمانوں کو اکٹھے ہو جانا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے مخالفوں نے'' (یعنی اسلام کے مخالفوں نے)'' ہزاروں اعتراض کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اسلام کے نورانی اور خوبصورت چہرہ کو بدشکل اور مکروہ ظاہر کریں۔ ایسا ہی ہماری تمام کوششیں اسی کام کے لئے ہونی چاہئیں کہ اس پاک دین کی کمال درجہ کی خوبصورتی اور بے عیب اور معصوم ہونا بپایۂ ثبوت پہنچادیں۔ یقیناً سمجھو کہ گمراہوں کی حقیقی اور واقعی خیر خواہی اسی میں ہے کہ ہم جھوٹے اور ذلیل اعتراضات کی غلطیوں پر ان کو مطلع کریں اور اُن کو دکھلا دیں کہ اسلام کا چہرہ کیسا نورانی، کیسا مبارک اور کیسا ہر ایک داغ سے پاک ہے؟ ہمارا کام جو ہمیں ضرور ہی کرنا چاہئے، وہ یہی ہے کہ یہ دجل اور افترا جس کے ذریعہ سے قوموں کو اسلام کی نسبت بدظن کیا گیا ہے، اُس کو جڑ

سے اکھاڑ دیں۔ یہ کام سب کاموں پر مقدم ہے۔ جس میں اگر ہم غفلت کریں تو خدا اور رسول کے گنہگار رہوں گے۔ سچی ہمدردی اسلام کی اور سچی محبت رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسی میں ہے کہ ہم ان افتراؤں سے اپنے مولیٰ وسیّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دامن پاک ثابت کر کے دکھلائیں۔ اور وسواسی دلوں کو یہ ایک نیا موقع وسوسہ کا نہ دیں کہ گویا ہم تحکّم سے حملہ کرنے والوں کو روکنا چاہتے ہیں اور جواب لکھنے سے کنارہ کش ہیں۔ ہر ایک شخص اپنی رائے اور خیال کی پیروی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ہمارے دل کو اسی امر کے لئے کھولا ہے کہ اس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حقیقی تائید اسی میں ہے کہ ہم اس تخمِ بدنامی کو جو بویا گیا ہے اور اُن اعتراضات کو جو یورپ اور ایشیا میں پھیلائے گئے ہیں۔ جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی خوبیوں کے انوار اور برکات اس قدر غیر قوموں کو دکھلاویں کہ اُن کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ اور اُن کے دل ان مفتریوں سے بیزار ہو جائیں جنہوں نے دھوکہ دے کر ایسے مُزخرفات شائع کئے ہیں' (یعنی جھوٹی باتیں شائع کی ہیں)۔'' اور ہمیں اُن لوگوں کے خیالات پر نہایت افسوس ہے جو باوجودیکہ وہ دیکھتے ہیں کہ کس قدر زہریلے اعتراضات پھیلائے جاتے اور عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے، پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ ان اعتراضات کے ردّ کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں، صرف مقدمات اٹھانا اور گورنمنٹ میں میموریل بھیجنا کافی ہے''۔

(البلاغ، فریادِ درد۔ روحانی خزائن ۔جلد 13۔ صفحہ 383-382)

صرف اتنی سی بات کافی نہیں کہ کسی کو پکڑ لیا یا مقدمہ بنا دیا یا میموریل بھیج دیا بلکہ ایک عملی کوشش اور مسلسل کوشش اور مستقل کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ پس یہ ہے اصل درد کہ اٹھو اور الزامات کو رڈ کرنے کے لئے مسلسل کوشش کرتے چلے جاؤ اور اپنے عملوں کو حقیقی مسلمان کا عمل بناؤ نہ کہ صرف میموریل بھیج کر یا جلوس نکال کر یا چند دن شور مچا کر پھر بیٹھ جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لئے کیا جذبات رکھتے تھے، اس کا اندازہ ان اقتباسات سے ہو سکتا ہے جو مَیں پیش کرنے لگا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب ؐ پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بد زبانی سے باز نہیں آتے ہیں، اُن سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے، ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے''۔

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن۔ جلد23۔صفحہ459)

پھر مخالفین کے الزامات کا ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے اور غیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھے نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسولِ پاکؐ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور مَیں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسولِ اکرمؐ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تُو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلا سے نجات بخش''۔

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام ۔روحانی خزائن۔ جلد5۔صفحہ15 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے از سیرت طیبہ صفحہ 42-41)

آج بھی بعض اسلام مخالف جو عیسائی پادری ہیں وہ اسلام پر گندے الزامات لگانے سے باز نہیں آتے۔ گزشتہ دنوں امریکہ کے جس پادری نے قرآنِ کریم جلانے کا اعلان کیا تھا آج بھی وہ وہی خیالات رکھتا ہے، خیالات اس کے ختم نہیں ہو گئے۔ اس کے یہاں انگلستان میں آنے کا پروگرام تھا۔ گزشتہ دنوں اس کا اعلان بھی ہوا تھا۔ کسی گروپ نے یا شاید پارلیمنٹ نے اس کو بلوایا تھا۔ بہر حال کل کی خبر تھی کہ برطانیہ کی حکومت نے اس بات پر پابندی لگا دی ہے کہ ہمارے ہاں مختلف مذاہب کے لوگ ہیں اور ہم کسی قسم کا فساد ملک میں نہیں چاہتے۔ اور یہ ہم برداشت بھی نہیں کر سکتے، اس لئے تمہیں یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ حکومتِ برطانیہ کا بڑا مستحسن قدم ہے۔ خدا تعالیٰ آئندہ بھی ان کو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور باقی دنیا کی حکومتیں بھی اس سے سبق سیکھیں تا کہ دنیا میں فتنہ وفساد ختم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی مختلف موقعوں پر عملی غیرت کا اظہار کس طرح فرمایا۔ اس کے ایک دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

لیکھرام کا واقعہ تو ہر ایک کے علم میں ہے کہ کس طرح آپ نے اس میں غیرت کا

مظاہرہ فرمایا۔ سٹیشن پر آپ وضوفرمارہے تھے تو وہ آیا اور اس نے سلام کیا۔ آپ نے توجہ نہ دی اور وضو کرتے رہے۔ وہ سمجھا کہ شاید سلام سنا نہیں۔ دوسری طرف سے آیا اور سلام کیا۔ پھر بھی آپ نے جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ وضو کرنے کے بعد کسی نے کہا کہ لیکھرام آیا تھا اور سلام عرض کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے؟

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد1حصہ اول صفحہ254 روایت نمبر 281 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

یہ تھی غیرت جو آپ نے دکھائی اور یہ غیرت کا مظاہرہ ہے جو ہر مسلمان کو کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ڈاکٹر پادری وائٹ بریخٹ کو 1925ء میں لندن میں ملا (جو آج کل یعنی اُن دنوں میں ڈاکٹر سٹانسٹن کہلاتے تھے۔ یہ لفظ اُردو میں انہوں نے لکھا ہے اس لئے ہوسکتا ہے غلطی ہو۔ بہرحال) پادری صاحب بٹالہ میں مشنری رہے ہیں اور حضرت صاحب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ کہتے ہیں پادری فتح مسیح صاحب سے بٹالہ میں ایک مباحثہ الہام کے متعلق تھا اُس میں بھی ان انگریز پادری صاحب کا دخل تھا۔ غرض سلسلے کی تاریخ میں ان کا کچھ تعلق ہے اور اس وجہ سے مجھے شوق پیدا ہوا کہ مَیں اس پادری کو ملوں۔ اس انگریز کو پھر مَیں لندن میں جا کے ملا۔ تو کہتے ہیں کہ گفتگو کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے بارہ میں سوالات کے جواب میں بعض واقعات بیان ہو رہے تھے وہ سن کر ایک موقع پر وہ پادری صاحب کہنے لگے کہ مَیں نے ایک بات مرزا صاحب میں یہ دیکھی جو مجھے پسند نہیں تھی کہ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا جاتا تو ناراض ہوجاتے تھے اور ان کا چہرہ متغیر ہوجاتا تھا۔ یعنی ایسا اعتراض جو نازیبا الفاظ میں کیا جاتا ہو۔ باقی اعتراض تو کرتے ہی ہیں جب بحث ہو رہی ہوتی ہے۔ جہاں کوئی حد ادب سے باہر نکلتے تھے تو آپؑ فوراً غصہ میں آتے اور چہرہ متغیر ہو جاتا۔ تو عرفانی صاحب کہتے ہیں، مَیں نے پادری صاحب کو کہا کہ جو بات آپ کو ناپسند ہے اُسی پر مَیں قربان ہوں۔ کیونکہ اس سے حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے ایک پہلو پر ایسی روشنی پڑتی ہے کہ وہ آپ کی ایمانی غیرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق اور فدائیت کو نمایاں کر دیتی ہے۔ آپ کے نزدیک شاید یہ عیب ہو مگر مَیں تو اسے اعلیٰ درجہ کا اخلاق یقین کرتا ہوں اور آپ کے منہ سے سن کر حضرت مرزا صاحب کی محبت اور آپ کے ساتھ عقیدت میں مجھے اور بھی ترقی ہوئی ہے۔

غرض آپؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق تھا اور برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرے۔

(ماخوذ از حیاتِ احمد از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ۔ جلد اول صفحہ 265-266 جدید ایڈیشن)

تو یہ ہے غیرتِ رسول کا ایسا اظہار کہ جس سے دوسرے کو خود ہی احساس ہو جائے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حدّ ادب کے اندر رہتے ہوئے بات کرنی ہے۔

غرض کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عمل سے بھی اور اپنی تحریر و تقریر سے بھی دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ حقیقی عشقِ رسول اور غیرتِ رسول کیا ہے؟ اور پھر اپنی جماعت میں بھی یہی روح پھونکی۔ یہ غیرتِ رسول دکھاؤ، لیکن قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے۔ ہر کارروائی کرو لیکن قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے۔ چنانچہ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک دل آزار کتاب ایک آریہ نے لکھی اور پھر ورتمان جو رسالہ تھا اس میں بعد میں ایک مضمون بھی شائع کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کے ردّ کے لئے ہر قسم کی کوشش کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی نصیحت فرمائی کہ ''مسلمان کو چاہئے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بچانے کے لئے غیرت دکھائیں مگر ساتھ ہی یہ بھی دکھا دیں کہ ہر ایک مسلمان اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور اس سے مغلوب نہیں ہوتا۔ جب مسلمان یہ دکھا دیں گے تو دنیا ان کے مقابلے سے خود بخود بھاگ جائے گی''۔

(الفضل 5جولائی1927ء صفحہ7 بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 5صفحہ41)

اسی دوران آپ نے ایک پوسٹر بھی شائع کروایا۔ اس کے الفاظ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کس قدر غیرت کا مظاہرہ آپ نے فرمایا اور مسلمانوں کو بھی غیرت دکھانے پر آمادہ کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراضات ہو رہے تھے تو آپ نے اس میں فرمایا کہ ''کیا اس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اور مصیبت کا دن آ سکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بیکسی کوئی اور صورت اختیار کرسکتی ہے؟ کیا ہمارے ہمسایوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی و اہلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرّہ ذرّہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے۔ اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہوسکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے

احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا؟۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدارا نبیوں کے سردار کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم بھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور مَیں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بَن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بے شک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کرلیں اور پنجاب ہائی کورٹ کے تازہ فیصلے کی آڑ میں (اس وقت فیصلہ ہوا تھا جو مسلمانوں کے خلاف ہوا تھا) جس قدر چاہیں ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے لیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اَور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانونِ فطرت ہے۔ وہ اپنی طاقت کی بنا پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانونِ قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے۔ اور قانونِ قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اس کو برا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا''۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 597 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اس وقت جب یہ ہوا اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہندوستان میں قانون میں تبدیلی بھی ہوئی اور یہ قانون پاس ہوا کہ جو انبیاء ہیں اور جو کسی بھی مذہب کے فرقے کے سربراہ ہیں ان کو برا بھلا نہیں کہا جا سکتا۔ اب آگے چلیں۔ احمدیوں کی تاریخ میں آج سے بیس سال یا پچیس سال پہلے بدنامِ زمانہ سلمان رشدی نے جو اپنی مکروہ کتاب لکھی تھی تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خود بھی خطبوں میں اس کا جواب دیا اور پھر کتابی شکل میں بھی جواب لکھوایا گیا جو انگریزی میں چھپا، جس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ اس کے اردو ترجمہ کا نام ''سلمان رشدی بھوتوں کے آسیب میں'' ہے۔

2005ء میں جب ڈنمارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیہودہ تصاویر بنائی گئیں تو ڈنمارک مشن نے بھی اور مَیں نے بھی خطبات کے ذریعہ اس کا جواب دیا۔ قانون کے اندر رہتے ہوئے کارروائیاں بھی کیں۔ ہالینڈ کے ممبر آف پارلیمنٹ کی طرف سے قرآنِ کریم پر حملہ ہوا، اسلام پر حملہ ہوا تو ان کے جوابات دیئے گئے۔ تو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے غیرت کا مظاہرہ ہے جو ایک حقیقی مسلمان کا سرمایہ ہے۔ قانون سے باہر نکل کر ہم جو بھی عمل کریں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صدق ووفا کا تعلق نہیں ہے۔

لیکن اصل چیز جو اس صدق ووفا کے تعلق کو جاری رکھنے والی ہے وہ آپ ؐ کا پیغام ہے۔ اگر مسلمان اس پیغام کی حقیقت کو سمجھتے ہوں، اس خوبصورت پیغام کے پہنچانے کا حق ادا کرنے والے بن جائیں تو آج یہ حالات نہ ہوں۔ اگر وہ حقیقت میں اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کر رہے ہوتے تو دشمن کا منہ خود بخود بند ہو جاتا۔ اور اگر مسلمانوں میں سے چند مفاد پرست قانون کی آڑ میں ناجائز فائدہ اٹھانے والے ہوتے بھی یا فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کرتے تو قانون ان کو مجرم بنا کر اس مفاد پرستی کی جڑ اکھیڑ دیتا۔ لیکن یہ سب کام تقویٰ کے ہیں۔

پس مسلمان اگر ناموسِ رسالت کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں تو اس تقویٰ کو تلاش کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں غیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ ایک خطبہ میں تو ان کا ذکر نہیں ہو سکتا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چند خطبوں میں بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہر قسم کے اعتراضوں اور استہزاء سے پاک کرنا ہے تو کسی قانون سے نہیں بلکہ دنیا کو آنحضرت ؐ کے جھنڈے تلے لا کر کرنا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ دنیا کے فساد اس وقت ختم ہوں گے جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کریں گے اور دنیا کو آنحضرت ؐ کے جھنڈے تلے لائیں گے۔ لیکن اگر صرف قانون بنا کر پھر اس قانون سے اپنے مفاد حاصل کر رہے ہوں گے تو ہم بھی توہینِ رسالت کے مرتکب ہو رہے ہوں گے۔ ورتمان رسالہ جو تھا جس کے بارے میں مَیں نے بیان کیا کہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کے بارے میں لکھا اور مسلمانوں کو کہا کہ احتجاج کرو اور پھر ساری مسلم امت جو تھی وہ سراپا احتجاج بن گئی، مقدمے بھی چلے لیکن بہر حال آخر تبدیلی لانی پڑی اور مجرم کو سزا بھی ملی۔ جب اس کا فیصلہ ہو گیا تو اس کے فیصلے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہی فرمایا اور بالکل صحیح فرمایا کہ: ''میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے۔ میرا آقا دنیا کو زندگی بخشنے آیا تھا نہ کہ ان کی جان نکالنے کے لئے''۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 606 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

کاش کہ آج بھی ہر مسلمان یہ بات سمجھ جائے کہ اگر حقیقت میں کوئی فتنہ ہے تو قانون ظاہری فتنے کا علاج کرتا ہے، دل کا نہیں۔ اوّل تو یہی تحقیق نہیں ہوتی کہ

فتنہ ہے بھی کہ نہیں؟ مسلمان کے لئے حقیقی خوشی اس وقت ہوگی اور ہونی چاہئے جب دنیا کے دلوں میں آنحضرتؐ کی محبت قائم ہو جائے گی۔ آج احمدیوں کا تو یہ فرض ہے ہی جس کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ اگر دوسرے مسلمان بھی سختی کے بجائے عفو اور پیار کا مظاہرہ کریں اور وہ نمونہ دکھائیں جو آنحضرتؐ نے دکھایا تو پھر یہی اسلام کی خدمت ہوگی۔ آپ نے دو کٹر دشمنانِ اسلام جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر مزاحمت کا فیصلہ کیا تھا لیکن پھر بعد میں جب لشکر کو دیکھا اور فتح مکہ کی شوکت دیکھی تو گھبرا گئے۔ اور پھر ایک عورت اُمّ ہانیؓ، جن کے خاوند کے وہ عزیز تھے جب اُن کے گھر وہ پناہ لینے کے لئے آئے تو امّ ہانی نے پناہ دے دی اور پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ انہوں نے دو اشخاص کو پناہ دی ہے۔ لیکن میرا بھائی علی کہتا ہے کہ مَیں انہیں قتل کر دوں گا وہ مجرم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے اُمّ ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے پناہ دی۔ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔

(السيرة النبوية لابن هشام باب من أمر الرسول ﷺ بقتلهم صفحه 742-743 مطبع دار الكتب العلمية بيروت 2001)

اس پناہ کے بعد انہی دشمنوں کو یہ فکر تھی کہ آنحضرتؐ نے اس طرح شفقت اور رأفت اور پیار کا سلوک کیا ہے کہ ہم کس طرح ان کو منہ دکھائیں گے۔ لیکن جب ایک موقع پر حارث بن ہشام کی مسجد کے قریب آنحضرتؐ سے اتفاقاً ملاقات ہوئی تو اس رحمۃ اللعالمین نے نہایت شفقت سے ملاقات فرمائی۔ اور پھر یہ حارث جنگِ یرموک میں اسلام کے دفاع میں جاں نثاری دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد في سيرة خير العباد از محمد بن يوسف شامي۔ ذكر اسلام الحارث بن هشامؓ...... جلد 5 صفحه 249 بيروت 1993)(اسد الغابة جلد 1 صفحه 478 الحارث بن هشام مطبوعه دار الفكر بيروت 2003ء)

پس ایک عورت کے پناہ دیئے ہوئے کا بھی آنحضرتؐ نے یہ احترام فرمایا کہ جس کے نتیجہ میں وہ اسلام کی آغوش میں آ گیا۔ آج بھی ہمیں اسی اُسوہ کی ضرورت ہے اور اسلام کا حقیقی پیغام دنیا میں پہنچانے کی ضرورت ہے نہ کہ ظاہری قانون بنا کر پھر غلط طریقے سے ان پر عمل کرنے کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور سب مسلمانوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ

منظوم کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ

الہامی قطعہ

میں آپؐ سے کہتا ہوں کہ اے حضرتِ لولاکؐ
ہوتے نہ اگر آپؐ تو بنتے نہ یہ افلاک
جو آپؐ کی خاطر ہے بنا آپؐ کی شے ہے
میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپ کے املاک

....

اے محمدؐ ! اے حبیبِ کردگار
میں تیرا عاشق ، ترا دلدادہ ہوں
گو ہیں قالب دو مگر ہے جان ایک
کیوں نہ ہو ایسا کہ خادم زادہ ہوں
اے مرے پیارے! سہارا دو مجھے
بیکس و بے بس ہوں خاک اُفتادہ ہوں
جنتِ فردوس سے آیا ہوں میں
تشنہ لب آئیں کہ جامِ بادہ ہوں
میری اُلفت بڑھ کے ہر اُلفت سے ہے
تیری رہ میں مرنے پر آمادہ ہوں

اطاعت اور اسلام میں اسکی اہمیت

امتہ اللطیف، آسٹن

اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں سورۃ النساء آیت 60 میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

اللہ تعالےٰ نے کائنات پیدا کرکے رحمٰن ہونے کا ثبوت دیا کہ انسان کی پیدائش سے پہلے تمام ضروری نعمتیں سورج، چانداور آگ پیدا کردی اور انکی روحوں سے یہ عہدلیا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ان سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا ربّ ہے انسان کی فطرت میں اطاعت کا مادہ رکھ دیا۔اوراس نے اللہ سے پیاراور اطاعت کرنے کا وعدہ کیا۔جیسے فرمایا وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ حضرت آدمؑ سے لے کر جتنے انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے خود بھی اللہ کی عبادت و اطاعت کرتے رہے اور اپنی قوموں کو بھی یہی تعلیم دیتے رہے۔حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام صاحبِ شریعت تھے۔ ہر ایک کا دورِ شریعت صدیوں کا تھا۔لیکن طَالَ عَلَیْھِمُ الْعُمُرُ کے مصداق انکی قومیں اصل تعلیمات سے روگردانی کرکے شرک میں پڑ گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خیرالاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوع انسان کی قیامت تک کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا۔گزشتہ صُحُف میں آپؐ کے بارے میں عظیم پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بائبل میں ابراہیمؑ کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔جنکی اطاعت ساری قوموں کے سامنے ہے۔ ''میں تجھے برکت دونگا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کردونگا اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی۔''

(پیدائش باب 22 آیات16-19)

اس پیشگوئی کے دونوں حصوں کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے دونوں بیٹوں اسحٰقؑ، اسماعیلؑ کا تعلق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے مخاطب کرکے فرمایا:

''میں ان کیلئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔اور جو کچھ میں اس سے فرماؤں گا وہ سب اُس سے کہے گا تم اسکی سننا۔۔۔جو کوئی میری باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اسی سے اسکا حساب لوں گا۔''

(استثناء باب 18آیت18)

پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''خداوند سَینا سے آیا۔شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی۔''

(استثناء باب 33آیت2)

حضرت داؤدؑ آپؐ کے حق میں اس طرح پیشگوئی فرماتے ہیں:

''وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا۔کونے کا سرا ہوگیا۔یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔''

(زبور22:118)

دعائے ابراہیمیؑ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا۔۔۔بھی قبول ہوچکی تھی۔آپ ﷺ کے قلبِ مطہر کو فرشتوں نے بچپن میں ہی صاف کردیا تھا۔آپ ﷺ کے

دل میں ابتدا ہی سے بتوں سے نفرت اور خدائے واحد سے محبت تھی۔360 بتوں کی پرستش کو دیکھ کر دل صرف ایک اللہ کی اطاعت کی طرف مائل تھا۔شاید اطاعتِ ابراہیمی آنے والی نسلوں میں گم ہو چکی تھی۔بتوں کی پرستش سے متنفر ہو کر غارِ حرا میں تنہا تاریک راتوں میں عرب قوم کیلئے نور کے متلاشی رہتے۔اس بے مثال اطاعت و عبادت اور تڑپ کو دیکھ کر رحمتِ خداوندی نے جوش مارا اور تمام پیشگوئیوں کے مطابق آپ ﷺ کو وہ نور عطا کیا۔کامل شریعت قرآن کی صورت میں بنی نوع انسان کو قیامت تک کیلئے عطا ہوئی۔جبریلؑ امین کے ذریعے اللہ نے اپنا کلام اُتارنا شروع کیا۔اقراء کے پہلے مخاطب آپ ﷺ تھے۔جسکی اطاعت آپؐ نے دوسرے لمحے کر دی اور ان الفاظ کو فوراً دہرانا شروع کیا۔اللہ تعالےٰ نے خود بنی نوع انسان کی روحانی ترقی کیلئے قرآن کریم جیسا نسخہ تجویز فرمایا۔کبھی یٰۤاَیُّھَاالنَّبِی ،کبھی قُلِ النَّاسِ اور کبھی قُلْ اِلْلمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جیسا تخاطب ہوتا۔ایک ایک طرزِ تخاطب میں اللہ نے اطاعت ومحبت کا مطالبہ کیا۔آپ ﷺ ان احکامات کے پہلے اطاعت شعار اور عامل ہوتے۔

’’اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق‘‘

قرآن کریم23 برس میں آہستہ آہستہ نازل ہوا اور تمام کمالات کا جامع۔بنی نوع انسان کی روحانی تکمیل کیلئے عین فطرت کے مطابق تعلیمات کا مجموعہ ہے۔سچے دل سے اطاعت کرنے والے کمال کے ایک مقام پر نہیں ٹھہرتے بلکہ جس مقام کا بھی کوئی متقی ہو اپنی بے لوث اطاعت سے اوپر کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔اور یہ قرآن مجید غیر متناہی ترقیات کے راستے کھولتا ہے۔

نبوّت کے اوائل ہی سے آپ ﷺ کو اپنے ہی ہموطنوں کے ہاتھوں بے انتہا تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔خاص طور پر جب غلاموں کو آزاد کرنے اور برابر کا درجہ دینے کا حکم نازل ہوا تو نومسلموں کا، جو غلام تھے،ایذ ارسانیوں سے برا حال کر دیا گیا۔اصحابؓ نے آپؐ کو ہجرت کا مشورہ دیا لیکن اطاعت شعار طبیعت کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کا انتظار تھا۔آپؐ نے مومنوں کو حبشہ ہجرت کر جانے کا مشورہ دے دیا۔لیکن خود مکہ سے باہر جانے کا سوچا تک نہیں۔لیکن حکمِ خداوندی ملا تو اپنے پیارے وطن ۔ پیارے رشتہ داروں کو الوداع کہنے میں ذرا دیر نہ لگائی اطاعت کا کتنا خوبصورت نمونہ تھا ہر جذبہ پر اللہ کی اطاعت ہی غالب رہی۔حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ جب دشمنوں کے درمیان سے نکل کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے تو ورقہ بن نوفل کے یہ الفاظ یاد آئے کہ’’تیرا کیا حال ہوگا جب تیری ہی قوم تجھے تمہارے وطن سے نکال دے گی‘‘۔اللہ اپنے حکم سے بچا کر آپؐ کو لے گیا۔پھر جنگ و امن کے ملے جلے سالوں سے گزر کر لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَاد کی پیشگوئی پوری ہوئی۔فاتحانہ انداز میں لیکن انتہائی انکساری سے مکہ میں داخل ہوئے۔اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا کا نمونہ سب نے دیکھا اور آپ ﷺ نے لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہہ کر سب کو معاف کر دیا اور پھر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فرما کر اسلام سے راضی ہو کر اس دین کو مکمل کر دیا۔جس پر عمل کر کے اور اطاعت کر کے انسان' خدا رسیدہ اور خدا نما انسان بن جاتا ہے۔جس کی خدا نے خود ضمانت دی کہ رہتی دنیا تک اطاعت کرنے والوں کو اسلام کی تعلیم ہر میدان میں کامیابی عطا کرے گی اور رضائے الٰہی کا وارث بنا دے گی۔

اطاعت کے معانی

کامل تزلزل۔اتباع۔دل و جان کو اللہ کی راہ میں بیچ دینا۔اطاعت ڈر سے بھی ہوتی ہے اور پیار و محبت سے بھی اطاعت کی جاتی ہے۔اپنی مرضی اور اپنی پسند سے کسی اور کی مرضی کے تابع ہو جانا۔اسکی خوشی کو اپنی خوشی مان لینا۔اس میں کسی کی زور زبردستی نہیں ہوتی۔اگر کائنات میں نظر دوڑائیں اور فکر کریں تو واضح طور پر ایک بات سامنے آتی ہے کہ ہر چیز اطاعت کا دم بھرتی ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے زمین وآسمان سے اطاعت کا مطالبہ کیا۔

فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا ط قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْن

(حٰمٓ السجدہ آیت12)

دونوں نے جواباً اطاعت اختیار کرنے کا دم بھرا۔کائنات کی ہر چیز قانونِ قدرت کے تابع ہے اور اطاعت کا دم بھرتی ہے۔اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو جب زمین میں خلیفہ بنایا تو اطاعت کا تقاضا کیا اِسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔سب اطاعت میں سجدہ ریز ہوئے سوائے ناری فطرت ابلیس کے۔اس دن سے انسانوں کو شیطان کی چالوں سے بچانے کیلئے انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔جنہوں نے خود بھی اللہ کی اطاعت کی اور قوموں کو بھی اطاعت کی تعلیم دی۔سورۃ الغاشیہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ عربی میں اونٹ کے ہزاروں نام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان میں سے صرف’’ابل‘‘ کو ہی چُنا۔اونٹ کی خلقت اور سرشت میں اطاعت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔اونٹوں میں ایک دوسرے کی اطاعت اور پیروی کی قوت ہوتی ہے۔اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور کس طرح ایک دوسرے کے پیچھے اونٹ ایک خاص انداز اور

رفتار سے چلتے ہیں۔ اور وہ اونٹ جس کو راستہ کا تجربہ ہوتا ہے وہ سب سے آگے بطور امام اور پیشرَو کے ہوتا ہے۔ مختلف انداز اور طریق سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف آیات میں اطاعت کا مضمون کھولا ہے۔ کیونکہ اطاعت کے بغیر نہ دین ملتا ہے نہ دنیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ''اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں۔ یہ بھی ایک موت ہوتی ہے جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے۔ ویسی ہی اطاعت ہوتی ہے۔''

(الحکم جلد6نمبر39صفحہ10، 31اکتوبر1902ء)

دینِ اسلام وہ حسین دائرہ اطاعت ہے جو انسان کیلئے ایک انعام ہے۔ اسکی فطرت کے عین مطابق ہے اسلام کا عربی ماخذ سَــــلِـــــمَ ہے۔ اسکے معانی امن، خالص پن، فرمانبرداری اور اطاعت کے ہیں۔ اللہ کی رضا کے آگے جھکنا۔ اسکے تمام احکام بلا چون وچراں مان لینا۔ قرآن کریم کے اوامر ونواہی۔ اطاعت کے طریقے وسلیقے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ہیں۔ جو سنت و احادیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ رضا کارانہ اطاعت کا محرک اللہ کی محبت ورضا ہے گو دنیاوی معاملات میں بھی اطاعت کا تصور موجود ہے۔ مگر یہ اطاعت ڈر، خوف، رعب یا لالچ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دینی اطاعت میں اطاعت مختلف یاددہانیاں ہیں جو قرآن کریم میں بار بار آئی ہیں۔ کبھی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ کہ جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، کبھی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ (النساء:81) جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور پھر فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ (ال عمران:32) (آپؐ کے منہ سے فرمایا) میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تم کو بخش دے گا:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (التغابن:9)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (الحدید:9)

اطاعتِ رسولؐ کے کتنے دلنشین اور خوبصورت نتائج ہیں۔

اللہ نے ہر آیت میں مختلف انداز سے اطاعت کا مضمون بیان فرمایا ہے جسکے نتیجہ میں کبھی تو اللہ کی محبت کا وعدہ کبھی مغفرت کا۔ اور کبھی ہدایت کا، کبھی اپنی رضا کا۔ اسلام میں اطاعت کا بہترین نمونہ نماز ہے۔ دیکھئے امام کی کامل پیروی کرتے ہوئے خواہ وہ کوئی غلطی بھی کردے۔ تمام متبعین قیام، رکوع وسجود قعدہ میں اطاعت بجالاتے ہیں۔ کوئی بھی کسی صورت میں امام سے آگے نکلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ نماز کامل اطاعت کا نمونہ ہے جو مسلمانوں کی معراج اور کافر ومومن میں امتیاز کرنے والی ہے۔ اگر تاریخ پہ طائرانہ نظر ڈالیں تو اسلام سے ہزاروں سال قبل مبعوث ہونے والے نبی حضرت ابراہیمؑ کا قرآن کریم میں بڑا پیارا ذکر آتا ہے۔ آپؑ تو مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں سب کے ہی جدِّ امجد ٹھہرے۔ اور جن کے بارے میں حکم دیا گیا کہ وَاتَّخِذُوْ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی۔ یعنی ان کے دین کو اختیار کرو۔ وہ ایسے اطاعت گزار کہ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ کے الفاظ سے اللہ نے یاد کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا اَسْلِمْ بلا توقف آپؑ کا جواب تھا اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ کی ہدایت پر شیر خوار بچے کو اور حضرت حاجرہ کو مکّہ کی بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ کر آنے لگے تو حضرت حاجرہؓ نے سوال کیا ہمیں کس کے حوالے کئے جارہے ہو۔ مُڑے بغیر کہ دل کمزور نہ پڑ جائے آسمان کی طرف انگلی اٹھادی۔ کہ خدا کے سہارے چھوڑے جارہا ہوں منہ سے بولے بھی نہیں تا کہ خدائے واحد کی اطاعت بجالانے میں لغزش نہ آجائے۔ اطاعت و اسلام کی راہ بڑی دُشوار اور پُر آشوب ہوتی ہے۔ وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ بِکَلِمٰتٍ جب جب آپؑ کو اللہ نے ابتلاؤں میں ڈالا آزمائش میں پورے اترے تو اللہ نے فرمایا وَفّٰی یعنی اِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی کہ ابراہیمؑ نے اطاعت بجالانے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ پھر بیٹا ذرا بڑا ہوا تو خواب میں اُسے ذبح کرتے دیکھا یعنی اللہ نے تعبیر سمجھادی کہ کوئی انتہائی قیمتی چیز اللہ کی راہ میں قربان کرو۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ دنیا میں ہر مذہب وقوم میں کسی نہ کسی شکل میں انسانی قربانی رائج وجائز تھی۔ آپؑ دل میں راضی ہوگئے بیٹے سے تو رائے لینا لازمی تھا۔ فرض تھا۔ اطاعت کے ننھے سے پُتلے نے فوراً کہا یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

دیکھو ابراہیمؑ پر کیسا بڑا ابتلا آیا۔ اس نے اپنے داہنے ہاتھ میں چھری لی کہ اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرے اور اس چُھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر رکھ بھی دیا۔ مگر آگے بکرا تھا۔ ابراہیمؑ امتحان میں پاس ہوا۔ تب خدا ابراہیم پر خوش ہوا۔ فرمایا

وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا

(البدر جلد 1نمبر16جنوری1908صفحہ5)

اللہ وفاداروں کو ایسی ہی جزا دیا کرتا ہے۔ جیسے ابراہیمؑ کو دی۔ اور فرمایا وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ یعنی قربانی ابراہیم نے دی اور اللہ نے ذبح عظیم کے ذریعے بیٹے کو بچالیا یہ اللہ کا ہی احسان تھا۔ ابراہیمؑ کی اطاعت وفاداری کی مثال رہتی دنیا تک یادرکھے جانے کے قابل تھی اسلئے حج کو اور اس قربانی کو مسلمانوں پر فرض کردیا۔ اور اپنے رحم وفضل سے انسانی قربانی کو ختم کرکے جانوروں کی قربانی سے بدل دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ کہ اے محمدؐ اور تمام

ایمان لانے والوابراہیمؑ کے دین کواپناؤجواطاعت کا پیکرتھا۔

خوئے تسلیم یہی ہے سرِتسلیم خم
اور حد کوئی نہیں حدِّ ادب سے آگے

حضرت ابراہیمؑ نے تواَسۡلِمۡ کے جواب میں اَسۡلَمۡتُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ فرمایا۔لیکن آپ ﷺ نے تو بغیر کسی مطالبہ یا تقاضا کے اطاعت کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے مصداق آپ کی زندگی کا ہرلمحہ تھا۔کوئی اس مقام تک نہ پہنچانہ پہنچ سکتا ہے جہاں تک آپؐ پہنچے۔نُسُکِیۡ کا واحد نُسِیۡکَہ ہے جسکا مطلب عربی میں قربانی ہے یعنی روح کی قربانی۔نفس کی قربانی،قربِ الٰہی کیلئے تمام نفسانی قویٰ پرموت آجائے۔آپﷺ اس اطاعت میں ابراہیمؑ سے کہیں آگے بڑھ گئے تھے۔آپؐ کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدا کی خاطر مرنا جینا ہوتا تھا۔ہربات ہرعمل کیلئے نگاہ خدا کی طرف اُٹھتی جووہ چاہتا آپؐ ویسا عمل فرماتے۔اسی کا نام ''اسلام'' ہے اور اسی رنگ میں آپؐ کے اصحابؓ رنگے گئے۔سورۃ اٰل عمران میں اللہ تعالیٰ اسلام کودین کے لحاظ سے پسندفرماتا ہے۔وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ۔کہ اسلام کے علاوہ کسی کا کوئی اوردین قبول نہ کیا جائے گا۔وہ دل جو آپؐ کوملا ایسا قلبِ سلیم کاعلم خدا تعالیٰ کو ہی تھا۔حضرت موسیٰؑ نے بار بار اللہ سے کہا اَرِنِیۡ۔اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے لَنۡ تَرَانِیۡ فرمادیا۔لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ میں اپنی تجلّی کا ذراسا پرتو پہاڑ پرڈالتا ہوں اگروہ اپنے مقام پررہا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔ لیکن اس تجلّی کودیکھتے ہی حضرت موسیٰؑ بیہوش ہوگئے۔جب ہوش میں آئے تو اس تجلّی کا اقرار کرکے ایمان لے آئے جوآپ پر نازل ہونے والی تھی۔اور پیش خبری بھی دے دی کہ وہ آنے والا آتشی شریعت اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوگا۔جوتجلّی آپؐ کے قلبِ مطہر پراترنے والی تھی وہی دل ہی صرف اسکے قابل تھا۔جب جبریل امین نے آپؐ کو غارِحرامیں پیغام خداوندی پہنچایا اور کہا اِقۡرَاء،آپؐ نے فرمایا مَااَنَا بِقَارِیٔ جبریل امین نے پھرکہا اور آپ کوبغلگیر ہوکرقدرے دبایا۔ اِقۡرَاء بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ۔آپؐ کومحسوس ہوگیا کہ بہت بڑابوجھ پڑنے والا ہے کیونکہ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ۔۔۔میں کائنات کی ہرشے نے اس امانت سے انکارکردیا لیکن یہ امانت اٹھانے اور رکھنے کے قابل تو صرف حضرت محمد ﷺ کا قلبِ سلیم تھا۔پھر بھی سیدھا حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے جنہوں نے آپ کوتسلی دی۔حضرت خدیجہؓ جوپیکرِ وفا و اطاعت تھیں اتنا سن کرہی دل سے مان لیا کہ اللہ آپؐ کوکبھی ضائع نہ کرے گا آپ پر ایمان لے آئیں۔

آپ نے فرمایازَمِّلُوۡنِیۡ۔حضرت خدیجہؓ آپؐ کوورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جنہوں نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جوحضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔وحی تواتر سے ہونے لگی۔پھرحکم ہوا یٰۤاَیُّھَاالۡمُزَّمِّلُ۔قُمِ الَّیۡلَ۔ پھر یٰۤاَیُّھَاالۡمُدَّثِّرُ۔قُمۡ فَاَنۡذِرۡ۔ آہستہ آہستہ پُرجلال اورپُرشکوہ تجلیات کا سلسلہ متواتر وحی کی شکل میں جاری رہا۔اورحکم ہوا

فَاسۡتَقِمۡ کَمَا اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَکَ (ھود:113) آپؐ پرنہ صرف اپنی ہی بلکہ اصحابؓ کی بھی ذمہ داری ڈالدی یعنی ان کوبھی اطاعت کا بے مثال نمونہ بنانا ہے۔پھر دَنَا فَتَدَلّٰی کے ذریعے قربِ الٰہی کے اعلیٰ مقام تک جاپہنچے۔جوانتہائی درجہ کمالات کا نقطۂ مرکز ہے۔پھرمَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَارَاٰی۔پھراللہ نے خودہی خطاب دیا۔مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ جس ہستی کوخدا تعالیٰ خودمطاع فرمائے اسکے اطاعت گزار اصحابؓ کس شان کے ہونگے۔معراج میں اس مطاع کا دل خدا کی اطاعت میں ایسی کیفیت میں تھا جو تمام مخلوقات کے قیاس وگمان سے باہر ہے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''یعنی وہ نبیؐ جنابِ الٰہی کے بہت نزدیک چلا گیا پھرمخلوق کی طرف جھکا اوراس طرح ہر دونوں حصوں کو جوحق اللہ اورحق العباد ہے ادا کردیا۔اوردونوں قسم کاحسنِ روحانی ظاہر کیا۔''

(ضمیمہ براھین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 62)

اللہ تعالیٰ نے آپ کومطاع فرما کراطاعت کرنے کا بہترین نمونہ ٹھہرایا۔ وَلَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ کہ اطاعت کیلئے تم لوگوں کوکہیں دورنہ جانا پڑے گا۔ شریعت کے تمام احکام کوعملی طورپر کرکے دکھانے والے صرف آپؐ ہی تو تھے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''آپﷺ سے بڑھ کرمنعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کاراورکون ہوسکتا ہے جس پرنبوّت کے سارے کمالات ختم ہوگئے۔خدا تعالیٰ نے مجھ پرایسے ظاہرکیا ہے کہ آپؐ کے سچے اتباع سے خدا ملتا ہے اورآپؐ کے اتباع کوچھوڑ کرخواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا پھرے گوہرِمقصود اسکے ہاتھ میں نہیں آسکتا۔اسلئے اللہ نے آپؐ کواسوۂ حسنہ فرمایا۔آپؐ کے نقش قدم پرچلو۔اورایک ذرّہ بھر بھی ادھر اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔''

(الحکم جلد9نمبر11مورخہ31مارچ1905صفحہ6)

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ کتنی پیاری تعلیم ہے کہ اگراپنے رسول کے نقش قدم پرچلو گے تو گویا تم نے اللہ کی اطاعت کی ہے۔یعنی آپؐ کی شان تمام انبیاء سے افضل قرار دے دی۔ آپؐ نے عربوں کے متکبر دماغوں سے تکبر نکال کر مطیع و

فرمانبرداری کا مجسمہ بنادیا۔جیسے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةٍ
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

اور خود مطاع کہا تھا۔

فَاقَ الْوَرٰى بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ
وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ

آپ ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے اپنے اصحابؓ کو ذلتوں کی اتھاہ گہرائیوں سے اُٹھا کر روحانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔اللہ نے ان اصحاب کو جو درجے عطا کئے وہ قابلِ رشک ہیں کبھی اپنی محبت۔اپنی رضا۔ہدایت۔مغفرت۔جنت وغیرہ کا وعدہ دیا۔آپکے اصحاب نے آپکی راہ پر چل کر حسین اسوہ کو اپنا کر زندگی کے ہر پہلو کو انہی حسین نمونوں پر ڈھالا جو آپؐ سے دیکھا۔اصحابِ رسول ﷺ کی زندگیوں کی مثالیں آنے والوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں۔اُن کے عملِ اطاعت کی برکات آنے والی نسلوں کیلئے کہکشائیں بن کر چمکتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔کئی کئی دن بھوکے پیاسے رہ کر وہاں سے ہلتے نہ تھے۔کہ کہیں آپؐ کے دہن مبارک سے کوئی لفظ نکلے اور وہ محروم نہ رہ جائیں۔ آپؐ اطاعت شعاری کی مثال آپ تھے۔اہلِ مکّہ کو یہ گوارا نہ تھا کہ آپؐ کو مدینہ میں عزت واحترام کی زندگی ملے۔چنانچہ پوری طاقت کے ساتھ مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ جنگِ بدر میں نہایت کمزوری کی حالت میں مضبوط افواج کا سامنا کرنا پڑا تھا۔آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت مقداد بن اسودؓ نے عرض کیا۔''یا رسول اللہ ہم اصحابِ موسیٰ کی طرح نہیں۔جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔ بلکہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی لڑیں گے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی دشمن آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا جبتک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے۔''

جنگِ اُحد میں ایک موقعہ پر دشمن کا ریلہ آیا۔اور مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔آپؐ کے پاس چند صحابہ رہ گئے دشمن کے پتھروں کی بارش میں بہت سے اصحاب شہید ہوگئے۔پتھر لگنے سے آپکے دندان مبارک بھی شہید ہوگئے آپؐ کے خود کا کیل آپؐ کی پیشانی میں گھس گیا۔آپؐ بیہوش ہو کر گر گئے۔مسلمانوں کی لاشیں آپؐ پر آگریں۔سب نے سمجھا آپؐ نعوذ باللہ شہید ہوگئے۔لیکن مرد تو مرد عورتوں کی وفاداری بھی بے مثال تھی۔بے تحاشا اُحد کے میدان کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں۔

اپنے خاوندوں بھائیوں بچوں کے شہید ہونے کی پرواہ نہیں لیکن آپؐ کی خیریت دریافت کر کے چین ملا۔کہ مطاع سلامت رہے۔ایک جنگ میں تیروں کی بارش ہونے لگی۔حضرت طلحہؓ نے اپنا ہاتھ آپؐ کے چہرے کے آگے رکھ دیا اور ہر تیر اپنے ہاتھ پر لیا۔اور ہلے نہیں تاکہ آپکو کوئی تیر نہ جا لگے۔آپکی وفاداری اور جان نثاری بے مثال تھی۔مدینہ سے تشریف لانے کے بعد آپؐ نے مؤاخات کا رشتہ قائم کیا بے آسرا مہاجرین وطن کے ساتھ ساتھ گھر بار کو چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ آئے۔آپ ﷺ نے ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنادیا۔انصار نے آنکھیں بند کر کے آپؐ کی اطاعت کی۔انصار نے اپنے مال جائداد گھر میں نصف مہاجر بھائی کو دے دیا اور یہ سب خوشی خوشی تسلیم کیا۔اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔جنگِ احزاب میں آپ ﷺ کی زندگی کا نہایت نازک دور آیا۔تمام عرب قبائل نے متحد ہو کر مدینہ پر چڑھائی کردی۔یہ لشکر 20 سے 24 ہزار پہ مشتمل تھا۔مسلمانوں کی تعداد 3000 تھی۔ آپؐ کو یہودیوں کی غداری کا علم ہوگیا۔عورتیں بچے اکیلے تھے۔ اسلئے 500 مسلمانوں کو انکی حفاظت کیلئے بھیج دیا۔دشمن نے اچانک عورتوں بچوں کی جاسوسی کیلئے یہودی جاسوس بھیجا تاکہ ان پر حملہ کر کے مسلمانوں کو زک پہنچائی جائے۔آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے خیمے کی ایک چوب اتاری اور جاسوس کے سر پر دے ماری۔وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔یہ اطاعتِ رسول اور اطاعت اللہ کا جذبہ ہی تھا جس نے اتنا دلیرانہ کام کروایا۔اور دشمن کی سازش ناکام ہوگئی۔

جنگِ حنین میں پھر بڑا ہی خطرناک اور صبر آزما لمحہ آیا۔اس لشکر میں نومسلموں کا لشکر بھی شامل تھا۔ان کو جنگ کے معاملہ میں آپؐ کی حکمتِ عملی کا علم نہ تھا۔یعنی آپ حملہ کرنے میں پہل کبھی نہ فرماتے تھے۔انہوں نے حملہ میں پہل کردی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں اور پیش قدمی کر کے آنے والے مسلمان لشکر میں اچانک مڈبھیڑ سے کھلبلی مچ گئی۔بڑا نازک مرحلہ تھا۔آپؐ ایک سو صحابہ کے ساتھ رہ گئے ایسے میں سخت خطرے کی حالت میں آپؐ نے گھوڑے کو ایڑ لگادی اور دشمن کے لشکر میں جا پہنچے۔اور اونچی آواز میں فرمایا

اَنَاالنَّبِيُّ لَاكَذِبْ، اَنَاابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

یہ آواز صورِ اسرافیل کا کام کرگئی تمام صحابہ جان توڑ کر لڑے اور شاندار فتح پائی۔ یہ اطاعت کی روح تھی جو کام کرگئی اس آواز پر ایکدم سب نے لبیک کہا اور واپس مُڑ کر آپؐ کی طرف بھاگے اور جنگ لڑی۔

خالد بن ولیدؓ عموماً امیرِ لشکر ہوا کرتے تھے۔حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی حکمت کے تحت کسی جنگ کے موقعہ پر ان کو امیر کے عہدے سے ہٹا کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو کمان سونپ دی گئی۔خالد بن ولیدؓ نے جو اطاعت کا نمونہ پیش کیا اسکی مثال ملنا مشکل

ہے۔ وہ خود حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس گئے اور کہا اطاعت کی روح یہی ہے کہ آپ بھی خلیفۂ وقت کی اطاعت کر کے اس عہدہ کو قبول کر لیجئے اور اپنا فرض بجالا یئے۔ آپ کے ماتحت میں ہر کام کرنے کو تیار ہوں یہ وہ لوگ تھے جو آپؐ کی زیر تربیت اطاعت کے حقیقی معانی سیکھ چکے تھے جس کا عملی نمونہ کتنا دلکش ہے۔ چنانچہ اس جنگ میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔

جوں جوں معاشرتی اصلاح کیلئے احکام خداوندی نازل ہوئے اصحابِ رسول ﷺ کے بے مثال نمونے اطاعت کے ملتے ہیں۔ ابوطلحہ انصاریؓ بعض دوستوں کو کھجور کی شراب پلا رہے تھے۔ ابھی خــمــر کا امتناعی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ کسی آنے والے نے کہا کہ شراب حرام ہوگئی ہے یہ سنتے ہی ابوطلحہؓ نے کہا انس اُٹھو! شراب کے تمام مٹکے توڑ دو۔ مسلمانوں نے جہاں کہیں یہ حکم سنا۔ گھروں۔ گلیوں۔ بازاروں دوکانوں پہ تمام مٹکے شراب کے توڑ ڈالے۔ یہ تھی شاندار مثال سمعنا و اطعنا کی۔ حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو صدیوں سے شراب کے نشے میں چُور خود ستائی کی فخریہ نظمیں پڑھتے تھے۔ لیکن کان میں حکم کا پڑنا تھا کہ فوری اطاعت کا عمل ہوا۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ بچہ بچہ جانتا ہے۔ آپؐ نے مدینہ میں خواب میں اصحابؓ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ لہٰذا 1400 اصحابؓ کو لے کر عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ آپؐ کو عسفان پہنچ کر عبادہ بن بشیر کے ذریعے معلوم ہوا کہ قریشِ مکّہ اس سال آپؐ کو عمرہ کیلئے داخل نہ ہونے دیں گے۔ آپؐ خون خرابہ اور لڑائی وغیرہ سے بچنے کیلئے راستہ بدل کر حدیبیہ پہنچے۔ کیمپ لگایا قریش کے ساتھ تمام شرائط کو مان کر صلح نامہ طے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اچانک اسی اثنا میں حضرت عثمانؓ جن کو سفیر کے طور پر آگے بھیجا گیا تھا، کے قتل کی افواہ مشہور ہوگئی یہ افواہ سن کر آپؐ نے تمام اصحاب کو جمع کیا اور عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے 1400 صحابہ سے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت لی۔ کیونکہ قریشِ مکّہ نے عہد نامے کے تقدس کو پامال کیا تھا۔ اور عثمان کو شہید کر دیا تھا۔ اطاعت گزاری اور جان نثاری کا معیار اتنا بلند تھا کہ اللہ کو بہت پسند آیا اور سورۃ فتح میں اسکا بڑا پیارا ذکر آتا ہے۔

اِنَّ الَّـذِيـنَ يُبَـايِعُوْنَکَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ کہ ان لوگوں نے اللہ کی بیعت کی ہے۔ گھروں سے دور۔ بے آب و گیاہ وادی میں بے سروسامانی کے عالم سے بے فکر، چاروں طرف سے مضبوط دشمن قبیلوں سے نڈر، دشمنِ مکّہ کی بھاری فوج سے بے پرواہ آپ ﷺ کے ایک اشارے پر جانوں کا نذرانہ ہتھیلیوں پہ رکھ کر بیعت کی شکل میں پیش کر دیا۔ ایک بھی صحابی اس حلقہ اطاعت سے باہر نہ رہا۔ اس شان کی اطاعت و بیعت کہ اللہ نے خود اپنی رضا کی مہر ثبت کر دی جو قرآن میں رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کیلئے ایک عظیم مشعل راہ بن کر چمکتی رہے گی۔ فرمایا۔ لَـقَـدْ رَضِـیَ اللهُ عَـنِ الْـمُـؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ایسی رضا اور خوشنودی کیلئے رات دن عبادت گزار جب جانِ جاں آفریں کے سپرد کرنے لگتے ہیں تو اس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ رضا ملے گی یا نہیں مغفرت ہوگی یا نہیں۔ لیکن پل بھر میں ان اطاعت شعاروں نے اپنی زندگی میں خدا کی طرف سے رَاضِيَـةً مَّـرْضِيَّـة کی نوید سن لی۔ سبحان اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''انہوں نے بکریوں کی طرح اپنا خون بہایا اور آنحضور ﷺ کی اطاعت میں ایسے گم ہوگئے کہ وہ اس کیلئے ہر تکلیف اور مصیبت اٹھانے کو ہر وقت تیار تھے اور یہاں تک ترقی کی کہ رَضِـیَ اللهُ عَـنْـهُـمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا سرٹیفیکیٹ ان کو دیا گیا (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ94)

پھر اللہ نے اس عہد نامے کو اِنَّا فَتَـحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا قرار دیا۔ گو مسلمانوں نے اس سے قبل بہت سی جنگیں لڑیں مثلاً جنگِ بدر۔ احد، احزاب، حنین لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو فتح مبین قرار نہیں دیا۔ صلح حدیبیہ کے عہد نامہ کو فتح مبین قرار دیا۔ کیونکہ یہ پہلا واقعہ تھا کہ آپؐ اور مسلمانوں کو ایک طاقتور فریق مانا گیا۔ اسکے بعد فتوحات کے دروازے وا ہوئے اور آہستہ آہستہ تمام عرب حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ اور فتح مکہ کا شاندار واقعہ رونما ہوا۔

کسی اور نبی کے ساتھیوں کو اطاعت گزاری اور فرض شناسی کا ایسا سرٹیفیکیٹ نہیں ملا جیسا آپ ﷺ کے قدوسیوں کو اللہ تعالیٰ سے ملا۔ جیسا عالی مرتبت مطاعؐ ایسے ہی بے نظیر مطیع و فرمانبردار۔ آپ ﷺ نے جب مالی قربانی کی تحریک کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اطاعت و قربانی بے نظیر ہے گھر کا سارا سامان لا کر قدموں میں ڈال دیا۔ آپؐ کے استفسار پر کہ گھر والوں کیلئے کیا کچھ چھوڑا ہے؟ سیدھا سا جواب دیا اللہ اور اسکا رسولؐ جب بھی آپؐ کی زبان مبارک سے مالی قربانی کی تحریک ہوتی آپکو سننے کی دیر کہ سَـمِـعْنَاوَاَطَعْنَا کی عملی مثال بن کر سب سے پہلے قربانی دینے کیلئے پیش پیش ہوتے۔ مرد تو مرد اس وقت مومن خواتین کہاں پیچھے رہیں۔ بلکہ اطاعت کے اعلیٰ نمونے تاریخ کے اوراق پر رقم کئے۔ آپؐ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو ان الفاظ میں لیتے جو قرآن کریم میں آتے ہیں۔ وَلَا يَعْـصِيْـنَـکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ۔ رضا و رغبت سے تمام شرائط کی پابندی کریں گی۔ اور معروف امور میں نافرمانی نہ کریں گی۔ حضرت خدیجہؓ کی مثال عدیم المثل ہے۔ اعلیٰ خاندان کی دولتمند خاتون ہونے کے باوجود آپؐ سے شادی کی۔ اپنا تمام کاروبار۔ تمام مال و دولت اور غلام آپؐ کے قدموں میں ڈال دیئے۔ کہ جیسے چاہیں آپؐ خرچ کریں۔ آپؐ پہلی ایمان لانے والی خاتون، پہلے دن سے لے کر آخر تک وفادار رہیں۔

(مضمون جاری ہے)

اِک آپؐ سے نسبت مجھے درکار نبی جیؐ

(ایک حساس احمدی دل کی حالت بحضور سرورِ کونین ﷺ)

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان
arshimalik50@hotmail.com

اِک آپؐ سے نسبت مجھے درکار نبی جیؐ
ہیں اور حوالے سبھی بے کار نبی جیؐ

دل چیر کے میں کیسے زمانے کو دکھاؤں
اس دل میں فقط آپؐ کا ہے پیار نبی جیؐ

جس دن بھی درود آپؐ پہ جی بھر کے میں بھیجوں
وہ دن ہے مرے واسطے تہوار نبی جیؐ

دل میں ہے مرے عشقِ خدا ، عشقِ محمدؐ
کافی مری ناؤ کو یہ پتوار نبی جیؐ

کچھ بھی نہیں دامن میں تہی دست ہوں آقاؐ
اشکوں کی لئے آئی ہوں منجدھار نبی جیؐ

کوئی مرا ہمدرد نہ مونس مرا کوئی
ہوں کربِ مسلسل میں گرفتار نبی جیؐ

جی کرتا ہے ہر رازِ دروں آپؐ سے کہہ دوں
لگتے ہیں مجھے آپؐ ہی غم خوار نبی جیؐ

اس جگ میں ہے کاذب کے لئے مسندِ شاہی
سچ جھولتا رہتا ہے سرِ دار نبی جیؐ

تمغے کی طرح ہے انہیں سینے پہ سجایا
پائے جو ترے عشق میں آزار نبی جیؐ

سہہ لیں گے حقارت کی تمازت کو بھی ہنس کر
کافی ہے ترا سایۂ دیوار نبی جیؐ

ہم لوگ ترے نام پہ کٹنے کو ہیں راضی
زنداں ہو مقدر میں کہ ہو دار نبی جیؐ

اِک نامِ محمدؐ سے جہاں مہک رہا ہے
تا حشر رہے گی یہی مہکار نبی جیؐ

ذکر آپؐ کا آئے تو چہک اٹھتے ہیں عاشق
قائم رہے تا حشر یہ چہکار نبی جیؐ

دل عرشیؔ بے کل کا ہو جب درد سے بوجھل
تب بیٹھ کے لکھتی ہے وہ اشعار نبی جیؐ

سیرت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک ورق

تحمّل اور لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا خیال

امام سیّد شمشاد احمد ناصر، لاس اینجلس

رسولِ خداصلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی ہدایت کیلئے تشریف لائے تھے۔آپ کی ہدایت اور آپ کی شریعت کامل اور آخری ہے۔آپ نے مسلمانوں کو بنیادی طور پر یہ ہدایت اور تاکید فرمائی تھی کہ میری اور میرے خلفاء کرام کی سنت کی پیروی کرو۔آج کل اس ماہ ربیع الاول میں لوگ عید میلادالنبی کے جلسے کر رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ ضرور جلسوں میں ایسی تقاریر کرتے ہوں گے جن سے رسول اکرم ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ کا پتہ چلتا ہوگا اور اس بات کی بھی ضرور تلقین کرتے ہوں گے کہ وہ ان اخلاقِ فاضلہ کو اپنی روزمرہ کی زندگیوں میں بھی اپنائیں۔

آنحضرت ﷺ کی کسی سنت سے عید میلادالنبی ثابت نہیں۔نہ ہی خلفائے کرامؓ نے عید میلادالنبی منائی۔ہاں عیدالفطر اور عیدالاضحیہ کا پتہ چلتا ہے۔اس وقت بھی بعض اسلامی ممالک ایسے ہیں جہاں یہ عید میلادالنبی یا 12 ربیع الاول کو کوئی ریلی یا جلوس نہیں نکالتے۔سعودی عرب کو ہی لے لیں وہاں یہ کام ہرگز نہیں ہوتا۔اس طرح بعض مسلمانوں کے فرقے ایسے ہیں جو عید میلادالنبی نہیں مناتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم کوئی ایسا جلسہ کریں جس میں رسولِ خُدا ﷺ کی تعریف کریں۔آپ کی سیرت کے واقعات بیان کریں تاکہ لوگوں کی اخلاقی وروحانی حالتوں پر وہ اثر انداز ہوں۔لوگ اپنے چال چلن سنتِ رسول ﷺ کی پیروی میں ڈھالیں تو یہ جائز ہے بلکہ بہت ضروری ہے۔سیرت النبیؐ کے جلسے 1927ء اور 1928ء میں سب سے پہلے انڈیا میں شروع ہوئے اور اسکی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ ہندوستان میں آریوں، ہندوؤں اور دیگر مخالفین اسلام نے آنحضرت ﷺ کی ذات مقدسہ پر بے جا گندے حملے شروع کئے "رنگیلا رسول" اور امہات المؤمنین" جیسی کتابیں لکھ کر مسلمانوں کے دلوں کو تکالیف پہنچائیں اور دل آزار کلمات سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔اس وقت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ آنجناب رسالتمآب ﷺ کی سیرت کے بارے میں جلسے منعقد کئے جائیں جس سے دوہرا فائدہ ہوگا ایک تو یہ کہ ان جلسوں میں جب رسول خدا کی سیرت بیان کی جائے گی تو غیرمسلموں کے شکوک وشبہات دور ہوں گے۔دوسرے یہ مسلمانوں کی اپنی حالت کو بدلنے یعنی تربیت کیلئے بھی بہت ضروری ہوں گے اور جب یہ جلسے منعقد کئے جائیں تو کثرت کے ساتھ ان جلسوں میں غیرمسلموں کو ضرور شامل کرنا چاہیئے۔اس وجہ سے یہ جلسے پہلی مرتبہ انڈو پاک میں شروع ہوئے،لیکن اب مسلمانوں کے ہاں اس کی شکل ہی بدل گئی ہے۔وہ جلوس نکالتے ہیں،کبھی سمندروں میں تو کبھی خشکی پر، ریلیاں نکالی جارہی ہوتی ہیں جس کا کیا مقصد ہے یہ تو وہی جانتے ہوں گے۔چند دن ہوئے پاکستانی ٹی وی چینل پر ایک پروگرام دیکھا مولانا وحیدالدین خان صاحب بھارت کے ایک عالمِ دین کے ساتھ فون پر میزبان نے کچھ سوالات کئے جو آج کل کے حالات کے مطابق تھے۔اس میں مولانا وحیدالدین صاحب نے کہا مسلمانوں نے دین کی تعلیم میں نقص پیدا کر دیا ہے کہ تفرقہ پیدا ہوگیا ہے مدارس میں بھی صحیح تعلیم نہیں دی جارہی کیونکہ اس میں شدت پسندی آگئی ہے اور دہشت گردی نے جنم لے لیا ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ نبی رحمت ﷺ کچھ اور بتا رہے ہیں ہم کچھ اور کر رہے ہیں،اسلام کی تعلیم نے مسلمانوں پر کچھ اثر نہیں کیا۔ہم اس وقت اہلِ مغرب کو اسلام کا پیغام دینے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں ہیں۔انہوں نے کہا اس وقت انسانیت کا احترام نام کو بھی نہیں ہے۔انہوں نے کہا اسلام میں عفو اور درگزر کی تعلیم ہے غلو کی نہیں۔دوسروں کے ساتھ ہم بالکل الٹ معاملہ کر رہے ہیں کہ تم غلط ہو اور تم غلط ہو۔رواداری ہونی چاہیئے،صبر ہونا چاہیئے یہ سب کچھ ختم ہو کر ٹکراؤ ہوگیا ہے۔قرآن میں تو خیر کی تعلیم ہے۔میرے خیال میں مولانا صاحب نے بہت اچھا کہا ہے کاش اس پر مسلمان عمل کریں۔

ایک اور مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک دوست نے ایک ای میل بھجوائی جس میں ایک TV میزبان نے ایک مہمان مولوی صاحب سے احترام انسانیت اور

دہشت گردی کے ضمن میں توہینِ رسالت کا ایک سوال پوچھا، مولانا کا جواب سنئے اور پھر سر دُھنیئے۔ مولانا نے بیان کیا کہ ایک دفعہ بادشاہ کے دربار میں امام یوسف تھے، یہ امام حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ کھانا پیش ہوا تو اس میں کسی نے کہا کہ مجھے تو کدّو بہت پسند ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ کو کدّو شریف بہت پسند تھا۔ حاضرین میں سے ایک اور نے کہا کہ مجھے تو کدّو بالکل پسند نہیں۔ اس پر امام یوسف اٹھے اور انہوں نے اُس شخص پر تلوار تان لی کہ تمہارا ابھی قلع قمع کرتا ہوں کہ تم نے توہینِ رسالت کی ہے۔ انّاللہ و انّاالیہ راجعون۔ یہ ہے علماء کا حال۔ اور یہ ہے توہین رسالت کا سبق۔ میزبان نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کدّو کے مقابلہ میں انسان کی اتنی ہی قدر ہے کہ تلوار کھینچ کر قلع قمع کر دیا جائے یہ کون سا اسلام ہے؟

ایسے قصوں پر اسلام کا دارومدار رہ گیا ہے۔ سچ فرمایا تھا ہادیٔ برحقؐ نے کہ آخری زمانے میں اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ قرآن کتابی صورت میں رہ جائے گا اور مساجد ہدایت سے خالی رہ جائیں گی۔ اسمیں عقلمندوں کے لئے ایک سوال ضرور ہے۔ خود سوچیئے؟ کیا ہم اسلام کی اور آنحضرت ﷺ کی قدرومنزلت تلوار سے منوائیں گے۔ اگر سیرت رسولؐ بیان کی جائے تو پوری انسانیت آپکے احترام میں سر جھکائے گی۔ علامہ اقبال نے سچ کہا تھا ''دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد''۔

دیباچہ تفسیر القرآن کے ایک اقتباس سے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ''تحمل'' بردباری پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ لکھتے ہیں:

تحمّل

تحمل آپؐ میں اس قدر تھا کہ اس زمانہ میں بھی کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے بادشاہت عطا فرما دی تھی۔ آپؐ ہر ایک کی بات سُنتے اگر وہ سختی بھی کرتا تو آپ خاموش ہو جاتے اور کبھی سختی کرنے والے کا جواب سختی سے نہ دیتے۔ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے نام کی بجائے آپؐ کے رُوحانی درجہ سے پکارتے تھے یعنی یا رسول اللہ کہہ کر بلاتے تھے اور غیر مذاہب کے لوگ ایشیائی دستور کے مطابق آپؐ کا ادب اور احترام اس طرح کرتے تھے کہ بجائے آپ کو محمدؐ کہہ کر بُلانے کے ابوالقاسم کہہ کر بلاتے تھے جو آپؐ کی کنیت تھی (ابوالقاسم کے معنے ہیں قاسم کا باپ۔ قاسمؓ آپکے ایک بیٹے کا نام تھا) ایک دفعہ ایک یہودی مدینہ میں آیا اور اُس نے آپؐ سے آکر بحث شروع کر دی بحث کے دوران میں وہ بار بار کہتا تھا۔ اے محمدؐ بات یوں ہے۔ اے محمدؐ بات یوں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی انقباض کے اس کی باتوں کا جواب دیتے تھے۔ مگر صحابہؓ اس کی گستاخی دیکھکر بیتاب ہو رہے تھے۔ آخر ایک صحابیؓ سے نہ رہا گیا اور اس نے یہودی سے کہا کہ خبردار آپؐ کا نام لیکر بات نہ کرو تم رسول اللہ نہیں کہہ سکتے تو کم سے کم ابوالقاسم کہو۔ یہودی نے کہا میں تو وہی نام لُونگا جو اُن کے ماں باپ نے اُن کا رکھا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اپنے صحابہؓ سے کہا دیکھو یہ ٹھیک کہتا ہے میرے ماں باپ نے میرا نام محمدؐ ہی رکھا تھا جو نام یہ لینا چاہتا ہے اسے لینے دو اور اس پر غصہ کا اظہار نہ کرو۔

آپ جب باہر کام کے لیے نکلتے تو بعض لوگ آپؐ کا رستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرنی شروع کر دیتے۔ جب تک وہ لوگ اپنی ضرورتیں بیان نہ کر لیتے آپ کھڑے رہتے جب وہ بات ختم کر لیتے تو آپ آگے چل پڑتے۔ اسی طرح بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت دیر تک آپ کا ہاتھ پکڑے رکھتے۔ گو یہ طریق ناپسندیدہ ہے اور کام میں روک پیدا کرنے کا موجب ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ جب تک وہ مصافحہ کرنے والا آپؐ کے ہاتھ کو پکڑے رکھتا آپؐ بھی اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ میں رہنے دیتے۔ ہر قسم کے حاجتمند آپؐ کے پاس آتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے۔ بعض دفعہ آپؐ مانگنے والے کو اس کی ضرورت کے مطابق کچھ دیدیتے تو وہ اپنی حرص سے مجبور ہو کر اور زیادہ کا مطالبہ کرتا اور آپ پھر بھی اسکی خواہش کو پورا کر دیتے۔ بعض دفعہ لوگ کئی دفعہ مانگتے چلے جاتے اور آپ اُن کو ہر دفعہ کچھ نہ کچھ دیتے چلے جاتے۔ جو شخص خاص طور پر مخلص نظر آتا اُسے اُس کے مانگنے کے مطابق دے دینے کے بعد صرف اتنا فرما دیتے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم خدا پر توکّل کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مخلص صحابیؓ نے متواتر اصرار کر کے آپؐ سے کئی دفعہ اپنی ضرورتوں کے لیے روپیہ مانگا۔ آپ نے اس کی خواہش کو تو پورا کر دیا، مگر

آخر میں فرمایا سب سے اچھا مقام تو یہی ہے کہ انسان خدا پر توکل کرے۔ اس صحابی کے اندر اخلاص تھا اور ادب بھی تھا جو کچھ وہ لے چکا ادب سے اُس نے واپس نہ کیا لیکن آئندہ کے متعلق اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میری آخری بات ہے اب میں آئندہ کسی سے کسی صورت میں بھی سوال نہیں کرونگا۔ ایک دفعہ جنگ ہو رہی تھی غضب کا معرکہ پڑ رہا تھا۔ نیزے پھینکے جا رہے تھے۔ تلواریں کھٹا کھٹ گر رہی تھیں گھوڑے سے گھوڑا چھل رہا تھا۔ سپاہی پر سپاہی ٹوٹا پڑ رہا تھا کہ اُس صحابی کے

ہاتھ سے عین اُس وقت جبکہ وہ دشمن کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے کوڑا گر گیا۔ ایک تمہارے پیدل سپاہی نے اس خیال سے کہ اگر افسر نیچے اترا تو ایسا نہ ہو کہ کوئی نقصان پہنچ جائے جھک کر کوڑا اُٹھانا چاہا تاکہ اُن کے ہاتھ میں دیدے۔ اس صحابی کی نظر اُس سپاہی پر پڑ گئی اور انہوں نے کہا اے میرے بھائی تجھے خدا ہی کی قسم تو کوڑے کو ہاتھ نہ لگا یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے کود پڑے اور کوڑا اُٹھا لیا پھر اپنے ساتھی سے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرار کیا تھا کہ میں کسی سے کوئی سوال نہیں کرونگا۔ اگر میں کوڑا تمہیں اُٹھانے دیتا تو گو میں نے اس کے متعلق تم سے سوال نہیں کیا تھا۔ لیکن اس میں کیا شبہ تھا کہ زبان حال سے یہ سوال ہو ہی جاتا اور ایسا کرنا مجھے وعدہ خلاف بنا دیتا گو یہ جنگ کا میدان ہے مگر میں اپنا کام خود ہی کرونگا۔

کاش مسلمانوں میں ایسا ہی تحمل پیدا ہو اور وہ رسول کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ اُمّتِ مسلمہ پر رحم فرمائے اور انہیں رسول خدا ﷺ کے احکامات اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کی توفیق دے، آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت اقدسؑ کی وحی کا ذکر قرآن کریم میں

فرمایا کہ ''آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہماری وحی پر ایمان لانے کا ذکر کیوں نہیں۔ اسی امر پر توجہ کر رہا تھا کہ **خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکا یک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیۂ کریمہ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (البقرہ:5) میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ سے قرآن شریف کی وحی اور مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ سے انبیاء سابقین کی وحی اور آخرۃ سے مراد مسیح موعودؑ کی وحی ہے۔** آخرۃ کے معنی ہیں پیچھے آنے والی۔ وہ پیچھے آنے والی چیز کیا ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنیوالی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ جو آنحضرت ﷺ سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپ کے بعد آنے والی تھی۔

(تفسیر حضرت اقدس سورۃ البقرۃ جلد 2 صفحہ 63)

(ریویو آف ریلیجنز جلد 14 نمبر 4 بابت ماہ مارچ و اپریل 1915ء صفحہ 164 حاشیہ)

اپنی عبادت

رانا عبدالرزاق خان

معیار عبادات بڑھاؤ

ہمارے امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سوتم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو، اس کے نواہی سے بچے رہو، اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع وسجود کا موقع ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کردو رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے۔ نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع وخضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ زاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو''

(ملفوظات جلد سوم ص 176۔177)

ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے اکثر خطبات تقاریر اور ارشادات میں ہمیں اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ عبادت کا حکم اتنا اہم ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ وماخلقت الجن والا نس الا لیعبد ون کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ یعنی مجھے ہی اپنا معبود بنائیں۔ ہمارے باقی سارے کام عبادت کے گرد ہی گھومنے کے لئے ہیں۔ اور وہ عبادت کو قائم کرنے کے لئے اور اس کے نوکروں چاکروں کی طرح ہیں۔ یعنی ہمارے سبھی دنیا کے کام دین کے کام کے خادم ہیں۔ یہی معنے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے ہیں اسلام میں پانچ عبادات مقرر ہیں اول کلمہ طیبہ لآ اِلٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کو اپنی زندگیوں میں اس طرح ڈھالنا کہ ہمارے ہر کام میں اللہ ہی ہمارا اللہ ہو یعنی وہی ہمارا حقیقی معبود، محبوب اور مقصود ہو۔ اور جو بھی کام کرتے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے طریق پر۔ آپ کی پیروی میں اور آپ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق کرتے ہیں۔ یعنی ہر وقت آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کلمہ کے معنے کی طرف غور کرو لا الٰہ الّا اللّٰہ انسان زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق کرتا ہے کہ میرا معبود بجز خدا کے اور کوئی نہیں۔ الٰہ ایک عربی لفظ ہے اور اس کے معنے معبود اور محبوب اور اصل مقصود کے ہیں۔۔۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جب تک خدا کو مقدم نہ کیا جاوے جب تک خدا کو مقصود نہ ٹھہرایا جاوے انسان کو نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔۔۔ جب کوئی شخص سچے طور پر کلمہ کا قائل ہو جاتا ہے تو بجز خدا کے اور کوئی اس کا پیارا نہیں رہتا بجز خدا کے کوئی اس کا معبود نہیں رہتا اور بجز خدا کے کوئی اس کا مطلوب نہیں رہتا۔۔۔ یہ کلمہ شریف ایک اللہ کے سوا تمام الٰہوں کی نفی کرتا ہے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی ص 987۔988)

''میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے''

(حقیقۃ الوحی ص 64۔65)

اسی کلمہ کا تقاضا ہے کہ قرآن کریم سے بہت پیار کیا جائے اس کی تلاوت باقاعدہ کی جائے اور اس کی دل وجان سے پیروی کی جائے۔ اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ اور یہ پانچوں ہی ضروری عبادات ہیں جن کو بجالائے بغیر کوئی شخص حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ پہلی عبادت تو کلمہ کی حقیقت سمجھ کر سارے نفسانی بتوں کو لا کے گرز سے توڑ کر خدا کے سوا سب کی نفی کرنا اور ہر بات میں خدا کو مقدم کرنا اور محمد ﷺ کے قدموں پر قدم رکھنا، پانچوں وقت نمازیں شرائط کے مطابق ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، مال پاس ہو تو زکوٰۃ دینا، اور زندگی میں ایک بار خدا کے گھر کا حج کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور ہم جو احمدی ہیں ہم اسی عہد کے ساتھ آپ کی جماعت میں داخل ہوئے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اور اس راہ میں جو بہت مشکل اور کٹھن راہ ہے ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور اس راہ میں جو بھی قربانی ہم سے طلب کی جائے گی اسے پیش کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ خواہ وہ جان کی ہو،

مال کی ہو وقت کی ہو، عزت کی ہو یا خود اپنے آپ کو، یا اولاد کو وقف کرنے کی صورت میں ہو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قلم اور زبان کی روحانی جنگ میں ہم کس طرح غالب آئیں گے اور وہ کون سے ہتھیار ہیں جن کو استعمال کر کے یہ عظیم جنگ جیتنی ہے۔ کیا وہ توپیں تلوار دوسرے جنگی ہتھیار ہیں یا خود کش حملے ہیں۔۔۔ نہیں ان میں سے کوئی بھی نہیں وہ کوئی دوسری قسم کے ہتھیار ہیں جن کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بچی لیس ہونا پڑے گا جن کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں '' ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہے۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 303)

'' انسان کی خداترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اسے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے۔ کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولت منداس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں''

(ازالہ اوھام ص 440)

'' روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے روزے سے کشوف پیدا ہوتا ہے''

(ملفوظات جلد ھفتم ص 379)

'' صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے''

(ملفوظات جلد چھارم ص 256)

پس نماز سب سے ضروری عبادت ہے جو لوگ اپنی زندگی کا مقصد عبادت نہیں بلکہ دنیاوی چیزوں کا حصول سمجھتے ہیں اور پھر ان کی زندگی بظاہر خوشحال ہو جاتی ہے وہ نمازوں میں غافل ہو جاتے ہیں ان کو نماز میں رقت حاصل نہیں ہوتی نہ نماز میں کوئی مزا آتا ہے ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ سمجھتے تو وہ یہی ہیں کہ ہمیں ایمان حاصل ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا ہے کہ وہ سچے ایمان کی نعمت سے محروم ہیں۔ اس لئے ہم سب کو ہمیشہ نماز کے آئینہ میں بار بار اپنا چہرہ دیکھتے رہنا چاہیئے۔ مومن تو خدا کے نزدیک وہ ہیں جو **ھم علٰی صلوا تھم یحافظون** کے مصداق ہیں یعنی پورے فکر اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں کہ کوئی نماز کام میں رہ نہ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے''

(ملفوظات جلد پنجم ص 450)

نیز فرمایا۔ '' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ہمارے راہ میں مجاہدہ کرے گا ہم اس کو اپنی راہ دکھلا دیں گے اور ادھر یہ دعا ہے۔ **اھد نا الصراط المستقیم**۔ سوانسان کو چاہیئے کہ اس کو مدنظر رکھ کر نماز میں بالحاح دعا کرے اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس جہاں سے بے بصیرت اور اندھا اٹھایا جاوے''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897 ص 38-39۔ الفضل لندن 30 ستمبر 2010)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متواتر ارشادات کی تعمیل میں نظام جماعت اور ذیلی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ مستقل طور پر جائزہ لیتے رہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا تو نہیں جو فکر سے باقاعدہ نمازیں نہ پڑھتا ہو کیا ہم اپنی ہر میٹنگ میں اور اجلاس میں اس کا جائزہ لیتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو فوراً اس پر عمل شروع کر دینا چاہیئے۔ خدا نے نمازوں میں غفلت برتنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ یہ بہت ہی فکر والی بات ہے۔ نمازوں کو فکر سے باقاعدگی سے سنوار سنوار کر اور سمجھ کر نہ پڑھنا غفلت میں شمار ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فویل للمصلین ط الذین ھم عن صلا تھم ساھون ط** (**الماعون**) یعنی ان نمازیوں پر ویل یعنی برائی حسرت افسوس اور ہلاکت ہے۔ جو اپنی نمازوں میں غافل رہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ تیس تیس برس تک برابر نماز پڑھتے ہیں پھر کورے کے کورے ہی رہتے ہیں کوئی اثر روحانیت کا اور خشوع و خضوع کا ان میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وہ (ایسی) نماز پڑھتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے ایسی نمازوں کے لئے ویـــــل آیا ہے۔۔۔ اس لئے نماز کو سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھے''

(ملفوظات جلد دوم ص 346)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں '' نماز میں غفلت کئی طرح سے ہوتی ہے۔

نمبر 1۔ بعض لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں، رسمی طور پر مسلمان کہلاتے ہیں مگر کبھی ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ نماز کا پڑھنا مسلمان کے واسطے فرض ہے اور جب تک وہ اپنے عین کاروبار کے درمیان وقت نماز آنے پر تمام دنیاوی خیالات کو بالائے طاق رکھ کر خدا

تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا تب تک اس میں اسلامی نشان نہیں پایا جاتا۔۔۔۔

نمبر2 ۔ وہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں مگر کبھی کبھی جس دن کپڑے بدلے یا صبح کے وقت جب ہاتھ منہ دھویا اور نماز بھی اتفاق سے پڑھ لی۔ یا چند ایسے دوستوں کے قابو میں آ گئے جو نماز پڑھتے ہیں۔ وہاں ان کے درمیان مجبوراً پڑھ لی۔ یہ لوگ بھی غفلت کرنے والوں میں شامل ہیں۔

نمبر3۔ پھر کچھ ایسے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں مگر بسبب تکبر کے یا بسبب سستی کے، اپنے گھروں میں پڑھ لیتے ہیں ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ جب نماز کا وقت آیا تو اسی جگہ جلدی جلدی نماز پڑھ لی گویا ایک رسم ہے۔ جس کو ادا کرتے ہیں۔ یا ایک عادت ہے جس کو پورا کرتے ہیں۔ مسجد میں جانا اور جماعت کو پانا ان کے نزدیک ایک بے فائدہ امر ہے۔ یہ لوگ بھی غافلین میں شامل ہیں۔ اکثر آج کل کے دنیوی رنگ میں بڑے لوگوں میں اگر کسی کو نماز کی عادت ہے (تو ایسی ہے)

نمبر4۔ بعض لوگ مسجد میں بھی جا کر نماز پڑھتے ہیں مگر بے دلی کے ساتھ۔ ان میں:

''تعدیل الارکان کا خیال نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف پوری توجہ سے نہیں جھکتے۔ جلدی جلدی نماز کو ختم کرتے ہیں۔ اور نماز کے اندر وساوس کو اور غیر خیالات کو بلاتے ہیں''

(حقائق الفرقان جلد4 ص480)

پس ہمیں ذاتی طور پر اور جماعتی طور پر بھی اس امر کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ کیا ہم نماز کو سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر اور جماعت کے ساتھ فکر کے ساتھ پڑھتے ہیں یا نہیں۔ ورنہ وہ ان غفلت برتنے والوں میں شمار ہونگے۔۔۔۔۔ دیکھیں جن کی بابت قرآن میں لکھا ہے کہ موت کے بعد جب سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا تو بوجہ غافل ہونے کے ان کا دامن نمازوں سے خالی ہوگا اور وہ کہیں گے ہائے افسوس اور حسرت ہم پر، کہ ہم کیوں اس طرح کی نمازیں پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے معیار عبادات بلند کرنے کی توفیق دے۔ آمین

الصلوۃ عماد الدین

نماز دین کا ستون ہے۔

نعت النبی ﷺ

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

مِدحتِ مصطفیٰؐ کے ساتھ، روحِ عمل بھی ہو کہیں
وِردِ زباں بھی خوب ہے، فردِ عمل بھی ہو حسیں

جلوہ گہہِ حبیب کا، در تو سدا سے ہے کھلا
جلوۂ خاص کے امیں، آئے نظر کہیں کہیں

محوِ درود اِنس و جاں، جس کی ثنا میں ہے خدا
ایک ہی مجتبیٰؐ تو ہے، کوئی بھی دوسرا نہیں

کون و مکاں کی وُسعتیں، ارض و سما کی رفعتیں
بارِگراں نہ سہہ سکیں، اُس نے اُٹھا لیا وہیں

جن کو سمجھ رہے تھے لوگ، قابلِ دید ہی نہیں
حسنِ نظر سے ہو گئے، سارے جہان سے حسیں

سَوزِ نوائے درد نے، پایا بفیضِ مصطفیٰؐ
حاصل سرورِ جاں ہوا، دل ہوگیا ہے پُریقیں

کیسی لگن سی لگ گئی، کس کی تلاش میں ہے دل
بھول بھلیّوں میں گم، ہو نہ یہ جائے پھر کہیں

خالی مکان دیکھ کر، شاید کچھ اِلتفات ہو
صادق نکال پھینکئے، دل میں بسے ہوئے مکیں

توہینِ رسالت

حصہ دوم

جمیل احمد بٹ

'آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔'

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب 20 صفحہ 79)

پاکستان میں اس قانون کا نفاذ

مذہب کو سیاست کے لئے استعمال کرنے کی اپنی پالیسی کے تحت جنرل ضیاء الحق نے 1986ء میں Pakistan Penal Code میں دفعہ 295-C کا اضافہ کر کے قانون توہین رسالت کا نفاذ کیا اور اس جرم کی سزا موت یا عمر قید تجویز کی۔ اکتوبر 1990ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے حکومت کو ہدایت کی کہ اس جرم کی سزا صرف موت ہے اس لئے عمر قید کی متبادل سزا غیر اسلامی ہے اور اسے قانون سے حذف کر دیا جائے۔ نواز شریف حکومت نے 1991ء میں اس میں تبدیلی کے لئے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جو 1995ء میں منظور ہوا اور اس وقت سے یہی قانون ہے۔

قانون توہین رسالت پر عمل درآمد

1927ء میں انڈین پینل کوڈ میں مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کو جرم قرار دیا گیا اس وقت سے 1986ء تک جب پاکستان میں C-295 کو قانون کا حصہ بنایا گیا۔ ان 60 سالوں میں توہین رسالت کے صرف دس مقدمات رجسٹر ہوئے جبکہ ایک اخبار کے اداریے بعنوان 'توہین رسالت کا فسادی قانون' کے مطابق

'1986ء سے 2009ء تک 23 سالوں کے دوران 964 افراد کو ملزم کیا گیا۔ جن میں سے 479 مسلمان، 340 قادیانی، 19 عیسائی، 14 ہندو اور 10 دیگر تھے۔' (اخبار بزنس ریکارڈر 27 نومبر 2010ء)

ان مقدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے آئی۔اے رحمان صاحب نے لکھا (ترجمہ)

'سیکشن 295C کے غلط استعمال کے خطرات جلد سچے ثابت ہوئے۔ زیادہ تر عیسائیوں اور احمدیوں کے خلاف توہین رسالت کے الزامات کی بوچھاڑ سے لگا کہ قانون یہ جرائم پیدا کر رہا ہے جو پہلے شاذونادر تھے۔ تین بدنما حقائق کھل کر سامنے آگئے (الف) بکثرت اس قانون کو کاروباری رقابت، جائیداد ہتھیانے یا کسی ذاتی انتقام کے لئے استعمال کیا گیا۔ (ب) کئی مولویوں نے بے کس لوگوں کے خلاف FIR درج کروانا ایک نفع بخش کاروبار کے طور پر اپنا لیا (ج) قدامت پرستوں نے عدالتوں کا گھیراؤ کر کے عدلیہ کو دباؤ میں رکھا۔'

(ڈان انگریزی 25 نومبر 2010ء)

اس مضمون کا ایک اور جملہ 'کئی سالوں سے C-295 فرقہ پرست جنگجوؤں کے ہاتھوں میں ایک ہتھیار بن چکا ہے۔'

کئی سال پہلے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بھی یہی رائے تھی (ترجمہ)

'ان بیشتر مقدمات کا باعث ملزمان کی توہین آمیز حرکات نہیں بلکہ اقلیتی جماعتوں کے افراد سے نفرت اور ان سے ذاتی دشمنی، پیشہ ورانہ رقابت اور معاشی چپقلش ہیں۔'

(Washington Post, May 19, 2002)

اس قانون کے تحت ہزار کے قریب دائر مقدمات کی صفائی میں وزارت داخلہ کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 'توہین رسالت کا قانون غلط استعمال نہیں ہوا کیونکہ کسی ملزم کو عملاً سزائے موت نہیں ہوئی۔' (دی نیوز یکم دسمبر 2010ء)

اس بیان صفائی میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کتنے بے گناہ اپنی زندگیوں کے کتنے قیمتی سال بے جا جیلوں میں بند رہے اور کتنے اب بھی جرمِ بے گناہی کی سزا بھگت رہے ہیں اور نہ یہ کہ ان عدالتوں سے رہائی پانے والے 32 افراد ماورائے قانون قتل کئے گئے تاہم اس اعتراف سے یہ ضرور ظاہر ہے کہ یہ مقدمات بے بنیاد تھے اور ان میں ایسے ثبوت مہیا نہ تھے جو ملزموں کو سزاوار کرتے۔

توہین سے متعلق قانون کا غلط استعمال کوئی نئی بات نہیں۔ تورات میں اللہ تعالیٰ کی توہین قابل تعزیر تھی۔ اس قانون کے بد استعمال کا ایک واقعہ تورات میں یوں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص کسی سے زمین کا ایک ٹکڑا خریدنے میں ناکام رہا تو اس کی بیوی نے زمین کے

مالک کے خلاف سازش کی اور دو افراد کو مقرر کیا کہ وہ اس کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے خدا پر لعنت کی ہے اس گواہی پر لوگوں نے اس شخص کو سنگ سار کر کے مار دیا تب زمین کے متلاشی نے مرنے والے کی زمین پر قبضہ کر لیا۔(سلاطین ا۔باب 21)
اس قانون کی آڑ لے کر ہی یہودی فریسیوں نے حضرت عیسیٰؑ کا انکار کیا اور ان کے اپنے بارے میں یہ کہنے پر کہ 'تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے' (متی 64:26) انہیں اللہ کی توہین کا مجرم قرار دیا اور قتل کا سزا وار جانا۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ اس پر سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑے اور کہا:
''دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے۔'' (متی 64:26)

مسئلہ کے حل کے صحیح طریق

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صاحبِ قاب قوسین، سید الرسل، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین، سراج منیر اور قیامت تک کے لئے تمام بنی نوع انسان کے لئے اللہ کے رسول اور فرستادہ ہیں۔ آپ کی عظمت کا بیان ممکن نہیں کہ آپ اس کائنات کی پیدائش کا باعث ہیں۔ آپؐ کے بارے میں بار بار یہ بیان اور اس کا چرچا کہ کسی حقیر، ناچیز اور لاشے مرد یا عورت نے ملک کے کسی گاؤں یا قصبہ میں اس عظیم الشان وجود کی توہین کر دی ہے۔ کیسی عجیب اور انہونی بات ہے۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک! لوگ تو چاند کی توہین کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے یا ایسی حرکت خود کرنے والے کے چہرے کو آلودہ کرتی ہے کیا اتنے ظاہراً پاگل کے لئے قانون کی مار ضروری ہے؟ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے کہ ایسی باتیں کرنے والوں سے اعراض کیا جائے۔ یہ اعراض ایسی فضول باتوں کے ساتھ کہنے والوں کی بھی نفی ہے اور اس سے ان کی اہمیت جاتی رہتی ہے اور بات کرنے والا خود ہی خجل ہو کر اسے ترک کر دیتا ہے۔
قرآن کریم میں یہ ارشاد ہے کہ یقیناً بھلائی برائی کو دور کر دیتی ہے (ھود 115:11) بظاہر اس آیت کے تابع توہین رسالت کے حوالے سے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد خوب ہے کہ 'وہ مذمّم کہہ کر مجھے لعنت ملامت کرتے ہیں حالانکہ میرا نام محمد ہے' (بخاری کتاب المناقب)۔
یہ ارشاد مومنوں کو یہ درس دیتا ہے کہ جب مخالف نادانی اور شرارت سے آپؐ کی توہین کی کوشش کریں تو اس کا جواب آنحضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کا بیان ہے جس کا علم مخالف کو آپ کی تعریف پر مجبور کر دے گا۔ پس مخالفین کے دلوں میں چھائے اندھیروں کو دور کرنے کے لئے سیرت محمدیہ کی روشنی کو بکثرت عام کرنا اور لاعلموں کو آپؐ کی روشن ترین سیرت سے آگاہ کرنا اس مسئلہ کا ایک حقیقی اور مستقل حل ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ امن و سلامتی کے پیغامبر تھے۔ آپ کو مجبوراً دشمنوں کے حملوں کے جواب میں جنگی کارروائی کرنی پڑی ورنہ آپ نے کسی کے خلاف از خود تلوار نہیں اٹھائی۔ آپ کی پیش خبری کے عین مطابق ظاہر ہونے والے امام مہدی اور مسیح موعود نے یضع الحرب کی خبر کے مطابق آج تلوار کے جہاد کے التوا اور دنیا کو قلم سے فتح کرنے کا اعلان فرمایا۔ یہ خدائی فیصلہ تھا اور اس پر عمل دنیا کی امن و سکون کا ضامن۔ اور یہی وہ طریق تھا کہ جو آنحضرت ﷺ پر بے جا الزام تراشی کرنے والوں کا منہ بند کر کے توہین رسالت کا سلسلہ مسدود کر سکتا تھا لیکن افسوس اس آسمانی فیصلہ کی خلاف ورزی کی گئی اور جنگ کی راہ اپنائی گئی۔ جس نے تشدد، خودکش حملوں، بم دھماکوں اور قتل و غارت کا بازار گرم کر کے دشمنوں کو اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف زبان درازی اور توہین پر اکسایا۔ اس راستہ کو ترک کرنا بھی توہین رسالت کی ان کوششوں کے خاتمہ کی راہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا توہین رسالت کرنے والوں سے اعراض

قرآنی تعلیم کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دور میں آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والوں سے اعراض کا طریق رکھا۔ ایک آریہ پنڈت لیکھرام جو آنحضورؐ کے خلاف دشنام دہی کرتا تھا ایک سفر میں آپ کو ملا اور دو بار آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا اور بعد میں فرمایا 'ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کہتا ہے۔'
آریوں کی منعقدہ ایک مجلس میں جس میں آپ کے ساتھیوں کو دعوت دے کر بلایا گیا تھا مقررین نے آنحضور ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ اپنے ساتھیوں پر سخت ناراض ہوئے کہ ایسی مجلس سے کیوں فوراً اُٹھ کر نہیں آئے۔
اس بارے میں آپ کے دلی احساسات کا درج ذیل تحریر سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے:
'جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برے الفاظ میں یاد کرتے اور آں جناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔'

(پیغام صلح روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 458)

حضرت مسیح موعودؑ کا توہین رسالت کا غم اپنی جان پر لینا

توہین رسالت کی ہر ناپاک کوشش مومنوں کے دل کو شدت صدمہ پہنچاتی ہے اس صدمہ

کو حضرت مسیح موعودؑ نے کس طرح اپنی جان پر لیا وہ آپ کی درج ذیل تحریروں سے خوب روشن ہے اور سب مومنوں کے لئے ایسے حالات میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

1۔ 'اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول ﷺ کی کی گئی دکھا۔'

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 52)

2۔ ''میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو حضرت خیر البشر ﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔''

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

توہین رسالت کی روک تھام کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی گرانقدر مساعی

1۔ انگریزی حکومت کے دوران جب پادریوں نے برصغیر میں عیسائیت کے پھیلاؤ کے لئے خصوصی مہم شروع کی تو دیگر حربوں کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کے خلاف من گھڑت اور غیر مستند اسلامی کتب میں سے کمزور روایات کی بنیاد پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیا۔ موقع دیکھ کر آریہ اور ہندو پنڈت بھی میدان میں کود پڑے۔ یہ صورتحال حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یوں تھی۔

''ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلمہ اور مقبولہ کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کی مفتریات ہیں ہمارا دل دکھاتے ہیں اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام و نشان نہیں۔''

(آریہ دھرم بحوالہ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 84)

اگر مخالفین کو اس بات کا پابند کیا جا سکتا کہ وہ اپنے اعتراضات صحاح ستہ اور دیگر مستند کتابوں تک محدود رکھیں تو توہین رسالت کے اس سیلاب کی روک تھام ممکن ہو سکتی تھی چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے 22 ستمبر 1895ء کو 704 افراد کے دستخطوں کے ساتھ ایک نوٹس دیا اور وائسرائے ہند سے درخواست کی کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 298 جس کے تحت سوچ بچار کر مذہب کی نسبت کسی شخص کا دل دکھانے کی نیت سے کوئی بات کہنا یا کوئی آواز نکالنا قابل تعزیر جرم تھا' میں توسیع کرتے ہوئے یہ قانون پاس کرے کہ آئندہ مذہبی مباحثات میں ہر فرقہ پابند ہوگا کہ:

اول: وہ ایسا اعتراض کسی دوسرے فرقہ پر نہ کرے جو خود اس کے الہامی کتاب یا پیشوا پر وارد ہوتا ہو۔

دوم: دوسرے فرقہ کی صرف انہی کتابوں پر اعتراض کرے جو اس کے نزدیک مسلم ہوں۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول از مولانا دوست محمد شاھد صاحب صفحہ 538-539)

یہ برصغیر میں توہین رسالت کی روک تھام کے لئے پہلی بنیادی کوشش تھی۔

2۔ 1897ء میں ایک عیسائی نے ایک اور اشتعال انگیز کتاب 'امہات المومنین' شائع کی۔ تو 24 فروری 1898ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی گزشتہ تحریک کو دہرایا اور ایک مزید تجویز دیتے ہوئے فرمایا:

''میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کو روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرما دے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتب کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرما دے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 195 نیا ایڈیشن)

3۔ آنحضرت ﷺ کی سچائی اور آپ کی پاکیزہ زندگی پر کئے جانے والے تمام ناپاک اعتراضات کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں شافی جواب تحریر فرمایا ہے بعض مخالفین کی افتاد طبع کے پیش نظر آپ نے الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔ آپ کا یہ علم کلام اس باب میں گویا حرف آخر ہے اور اس موضوع پر معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ۔

توہین رسالت کو روکنے کے لئے جماعت احمدیہ کی مزید ٹھوس مساعی

1۔ 1927ء کے آخر میں ایک دریدہ دہن آریہ نے کتاب رنگیلا رسول شائع کی اور امرتسر کے ایک ہندو رسالہ ورتمان نے ایک بے حد دلآزار مضمون لکھا۔ تو جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اس پر جہاں اپنے مومنانہ ردعمل کا اظہار فرمایا وہیں مومنوں کی رہنمائی بھی کی اور حکومت کو بھی اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے فوری کارروائی کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی اس مساعی کا عام طور پر خیر مقدم کیا گیا۔ ایسا ایک تبصرہ درج ذیل ہے

''جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف وعدل کی طرف مائل کیا''

(اخبار مشرق گور کھپور23ستمبر 1927)

2۔ مقدمہ ورتمان کے فیصلہ سے قانون کا ناقص ہونا ظاہر ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے ناموس پیشوایانِ مذہب کے تحفظ کے لئے ایک نیا مسودہ قانون تجویز کیا اور شملہ میں صائب الرائے لیڈروں سے اس پر تبادلہ خیالات کے بعد اسے شائع کیا۔ ہندوستان ٹائمز نے اسے نہایت اہم اور ضروری قرار دیا آپ کی اس جدوجہد کے نتیجہ میں آپ کی شملہ سے واپسی کے نو دن بعد حکومت ہند ایک نیا قانون پیش کرنے پر رضامند ہو گئی اور بالآخر اسمبلی نے ایک نئی دفعہ کا اضافہ منظور کر لیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4از مولانا دوست محمد شاھد صاحب ص613)

1927 میں انڈین پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی یہ دفعہ 295-A تھی جواب تک موجود ہے۔

3۔ قرآن وحدیث کی رہنمائی میں اس مسئلہ کے حل کے لئے آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کو عام کرنا تجویز کیا اور فرمایا:

''لوگوں کو آپ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اسی کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالات زندگی اور آپؐ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔''

(الفضل قادیان 5 مئی 1928)

اس مقصد کے لئے آپ نے ایک مقررہ تاریخ پر ملک بھر میں سیرت النبی ﷺ کے علمی اور ہمہ گیر جلسوں کا انعقاد کروایا۔ اخبار پیشوا دہلی نے خبر دی۔

''17 جون کو قادیانی جماعت کے زیر اہتمام تمام ہندوستان میں فخر کائنات کی سیرت پر ہندوستان کے ہر خیال اور طبقہ کے باشندوں نے لیکچر دیئے۔''

(اخبار پیشوا دھلی 8 جولائی 1928ء)

توہین رسالت کی مذموم بیرونی کوشش

جن دلوں پر قفل لگے ہوں اور آنکھیں روشن نہ ہوں وہ اپنی بدقسمتی سے آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام اور مرتبہ سے لاعلم رہ کر آپؐ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں آنحضرت ﷺ کے دور کے ایسے بدنصیبوں کی پیروی میں بعد میں بھی ایسے لوگوں نے ان مذموم کوششوں کو جاری رکھا۔ برصغیر میں انگریزوں کے دور میں عیسائی پادریوں اور آریوں نے ان حملوں میں اور بھی شدت کر دی اور رنگیلا رسول اور امہات المومنین جیسی بدنام زمانہ کتابیں لکھی گئیں اور آج سلمان رشدی اور کارٹون بنانے والوں نے اس راہ پر چل کر اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

جوابی ردعمل

آنحضرت ﷺ کی صحبت اور تعلق کے سبب ایسے واقعہ پر دکھے دلوں کے ساتھ ملک بھر میں احتجاج کی لہر دوڑ جاتی ہے اور جلسے جلوس تقریروں اور نعروں کے ذریعہ غم وغصہ کا اظہار ہوتا ہے ہڑتالیں کی جاتی ہیں کاروبار بند کئے جاتے ہیں اور اپنے لوگوں کی جائیدادیں اور املاک توڑی پھوڑی اور جلائی جاتی ہیں۔ متعلقہ ملک کے بائیکاٹ اور مجرم کو سزائے موت کے مطالبات ہوتے ہیں۔ چند دن میڈیا پر بھی یہی چرچا رہتا ہے۔ سیاسی اور مذہبی لیڈر خوب بیان دیتے ہیں اور پھر خاموشی ہو جاتی ہے تاوقتیکہ پھر کوئی واقعہ ہو۔ یہ جذباتی ردعمل صرف جوش کا اظہار ہے اور اس سے مومن خود اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں جس سے بالواسطہ دشمن کو ہی فائدہ ہوتا ہے پھر یہ مسئلہ کا حل نہیں کیونکہ برائی کو مٹانے کے لئے یہ ردعمل اس طریق کے مطابق نہیں جو قرآن وسنت میں بتایا گیا ہے۔

ہم سب توہین رسالت کے مجرم

15 سال پہلے ماہانہ حکایت لاہور میں اس عنوان کے تحت ایک طویل مضمون میں لکھا گیا۔

''بڑوں کا حکم نہ ماننا اور ان کی پند ونصیحت کو نظر انداز کرنا ان کی گستاخی اور توہین ہے......اپنے ملک میں سیاست میں، معاشرت میں، دینی حلقوں میں، سرکاری

شعبوں میں، قومی سطح پر، انفرادی زندگی میں، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا وہ کون سا حکم ہے جس کی ہم پرواہ کر رہے ہیں؟

اللہ کی بتائی ہوئی راہ سے بے راہ روی! رسول اللہ ﷺ کی رہبری سے سرکشی! یہ ہے گستاخی رسولؐ اور یہ ہے توہین رسالتؐ۔''

(ماهانه حکایت لاهور اکتوبر 1996ء)

مضمون میں کسی حکم کی نشاندہی نہیں کی گئی لیکن درج ذیل ایسے تین بڑے ارشاد اکثر افراد کے علم میں ہیں:

i- آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا (ایک زمانہ آئے گا) ''ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے ان میں سے فتنے اٹھیں گے اور انہی میں لوٹ جائیں گے۔''

(مشکٰوۃ کتاب العلم صفحه 38 و کنز العمال)

عوام نے ان علماء کو نہ صرف اپنا دینی بلکہ سیاسی رہنما بنا رکھا ہے۔

ii- آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گزر کر جانا پڑے۔'' (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحه 30)

نیز فرمایا 'جس شخص کو مسیح موعود سے ملنا نصیب ہو وہ انہیں میرا سلام پہنچا دے۔' (دُرِّمنثور 2/405)

عوام نے اس منصب کے دعویدار کو پرکھے بغیر رد کر دیا اور اس کے انکار کو اپنے ایمان کی شرط بنالیا۔

iii- آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ 'میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔'

(ترمذی کتاب الایمان)

عوام نے اس سے اُلٹ فیصلہ کیا کہ 72 درست ہیں اور ایک غلط۔

اجتماعی توہین؟

یہاں یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ جس طرح نافرمان بیٹے اپنی حرکتوں کی وجہ سے اپنے والد کی بدنامی کا باعث ہوتے ہیں اس وقت آنحضرت ﷺ کے نام لیوا جس طرز زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں وہ اس تعلیم اور طریق کے مطابق نہیں جو آپؐ نے عطا فرمایا۔ آپ نے امن و آشتی کی تعلیم دی۔ آپ نے مذہبی رواداری کی عظیم مثالیں قائم فرمائیں آپ نے تعاون اور امداد باہمی کا درس دیا جبکہ آج آپؐ کے نام پر ملک میں فساد، دہشت گردی، خودکش حملوں کے ذریعہ بے گناہ انسانوں کی موت کا سامان عام ہے۔ تعصب اور تنگ نظری کا چلن ہے، رواداری کا فقدان ہے اور عقیدہ کا اختلاف اہلیت پر مقدم اور حق چھین لینا جائز قرار پایا ہے۔ آپ نے ہر مومن مرد و عورت کو حصول علم کا حکم دیا جبکہ ملک میں جہالت عام ہے آپؐ نے انصاف کی تعلیم دی اور قرآن نے فرمایا کہ کسی قوم کی دشمنی بھی ناانصافی کا باعث نہیں ہونی چاہئے جبکہ ملک میں انصاف ناپید ہے۔ بسا اوقات انصاف کے متلاشی اس تلاش کو اگلی نسل کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ غربت انسان کو کفر کے قریب کر دیتی ہے اور ملک کی 40 فیصد آبادی غربت کی آخری سطح سے بھی نیچے زندگی گزار رہی ہے اور انہیں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ باقی ضروریات زندگی تو ایک خواب ہی ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کے نام لیواؤں کی یہ جہالت، ناانصافی اور غربت آپؐ کی توہین نہیں؟

راہ محبت

توہین رسالت کے واقعات پر غم و غصہ کا اظہار اور جان لینے اور دینے کی باتیں اس محبت کے سبب ہوتی ہیں جو مومن اپنے دل میں اپنے پیارے رسول ﷺ سے رکھتے ہیں۔ لیکن اس طرح محبت کے اظہار میں کئی پہلو تشنہ عمل رہ جاتے ہیں۔ محبت تو اپنے آپ کو محبوب کے رنگ میں ڈھالنے کا نام ہے۔ انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا عبد بننے کے لئے تخلیق فرمایا اور اسے اللہ کا رنگ اپنانے کا حکم دیا کہ وہ ان صفات حسنہ کا پرتو اپنے وجود میں پیدا کرے اور روحانی ترقی کرتا جائے۔ آنحضرت ﷺ اس سفر کے وہ مسافر تھے جو قرب الٰہی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچے اور صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ٹھہرے۔ ہم جو آپؐ کے نام لیوا ہیں اور آپ سے محبت رکھتے ہیں ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ ہم اس محبت کے اظہار میں اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور اسوہ حسنہ کو اپنائیں اور انہیں اپنی زندگی میں جاری کر کے خود بھی روحانی ترقی حاصل کریں اور توہین رسالت کی ہر بے جا کوشش پر اسی محبت کے ناطے آپ پر بکثرت درود پڑھ کر اپنے درد و رنج کو بھلانے کی کوشش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمتوں کی بارشیں فرمائے اور دشمن کی ہفوات مٹی میں مل جائیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد ہمارے لئے نشان راہ ہے۔

''تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحه 13)

اللہ کرے کہ ہم آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ سے اپنی محبت کا عملی اظہار کرنے کی توفیق پائیں تا کہ ہمارے وجود نورِ محمدی سے روشنی پائیں اور ہم اس روشنی سے گم راہ انسانیت کو بھی راستہ دکھانے والے ہوں اور ہمارا شمار دنیا کو امن و سلامتی دینے والوں میں ہو نہ کہ اس کے برخلاف۔ آمین

مسعود احمد خورشید صاحب سنوری

مولا میرا نایاب پدر تیرے حوالے

نصیرہ قمر، کراچی پاکستان

یقیناً کامل مومن کامیاب ہوگئے، وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں، اور وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے نہیں یا ان سے (بھی نہیں) جن کے ان کے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ پس یقیناً وہ ملامت نہیں کئے جائینگے پس جو اس سے ہٹ کر کچھ چاہے تو یہی لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ بنے رہتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو وارث بننے والے ہیں (یعنی) وہ جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

(سورۃ المئومنون: آیت نمبر 1 تا 10 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

کئی دن سے ابا جان کی یادیں قلمبند کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ساری زندگی پر پھیلی ہوئی یادوں کا سرا کہاں سے پکڑوں۔ موٴرخہ 12 نومبر 2010ء کو جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت الفاظ میں خطبہء جمعہ کے آخر پر میرے پیارے ابا جان کا ذکر خیر اور دعائے مغفرت سنی تو میرے دل میں سورۃ المومنون کی یہ ابتدائی آیات آ گئیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ خلافت کے ایک سچے عاشق کی دلی مراد برآئی کہ خلیفہ وقت نے انکے لئے دعائے مغفرت کی، نماز جنازہ پڑھائی۔ اور دوسرے اس لئے کہ یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ میرے ابا جان کی شخصیت کا یہ تمام نشانیاں احاطہ کرتی ہیں۔

پنجوقتہ باجماعت نماز تو انکی روح کی غذا تھی۔ جہاں تک ممکن ہوتا مسجد یا نماز سینٹر میں جا کر نماز ادا کرتے، سالہا سال اپنے گھر کو نماز سینٹر کے طور پر پیش رکھا۔ اسکے علاوہ باقی نمازیں گھر والوں کو باجماعت ادا کرواتے۔ جب مسجد یا نماز سینٹر جانا ہوتا، رمضان المبارک میں قریبی جگہ نماز تراویح کا اہتمام نہ ہوتا صحت کی خرابی کے بعد، تو پھر گھر ہی میں نماز تراویح پڑھا دیتے۔ جب مسجد یا نماز سینٹر، نماز کے لئے جانا ہوتا تو قرآنی حکم کے مطابق ظاہری زینت کا اہتمام ضرور کرتے تھے، جب اپنے گھر کے نماز سینٹر میں نماز ہوتی تب بھی یہ اہتمام ضرور کرتے۔ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے خوشبوؤں کا استعمال بھی بہت شوق سے کرتے تھے۔ اعلیٰ نفیس عطر ہوں یا پرفیوم، بہت اچھی قسم کے پسند کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ لوگ ہمیں ذاتی اغراض کے لئے تو دعا کے لئے کہتے ہیں مگر دین کی سربلندی کے لئے دعا کرنے کو کوئی نہیں کہتا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالی، ابا جان کو حضور اقدس علیہ السلام کی اس خواہش پر عمل کر کے تڑپ تڑپ کر حضور اقدس کے یہ دعائیہ اشعار نوافل میں پڑھتے دیکھا اور اس کثرت اور تواتر سے میں ان اشعار کو سنتی تھی کہ اپنی بچپن کی نادانی میں یہ سمجھتی تھی کہ یہ ابا جان ہی کے الفاظ ہیں۔

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میّت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن
فضل کے ہاتھوں سے اب اسوقت کر میری مدد
کشتیٴ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

لغو باتوں سے اعراض تو ابا جان کی طبیعت میں نمایاں تھا۔ ٹی وی ڈرامے وغیرہ دیکھنا سخت ناپسند کرتے تھے، اور اگر ہمیں اس فعل میں مصروف پاتے تو بہت ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔ ہاں مگر گھر کی شادی بیاہ کی تقاریب میں، گھر کی محرم لڑکیاں پاکیزہ، روایتی گیت گا رہی ہوں تو خوشی سے بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے، کہ اسکی اجازت شریعت نے

دی ہے۔

زکوٰۃ تو خیر فرض ہے اسکی ادائیگی کا کیا ذکر کرنا، ابا جان تمام چندہ جات انتہائی خوشدلی سے اول وقت میں یعنی سال کے شروع میں ہی نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ ہماری امی، بچوں اور بزرگان کی طرف سے بھی ادا کرتے۔ پھر صدقات کا سلسلہ بھی وسیع تھا۔ بے شمار لوگوں کی امداد ایک ہاتھ سے کرتے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوتی۔ میرے میاں قمر احمد صاحب جب غالباً 1993ء میں حلقہ پی ای سی ایچ ایس کے سیکریٹری مال بنے تو ایک دن یہ کہنے لگے کہ یہ ابا جان ہر روز صدقہ دیتے ہیں تو ہر روز اسکی رسید کاٹنی ہوتی ہے، پھر روزنامچے اور کھاتے میں اسکا اندراج کرنا پڑتا ہے۔ وہ ہفتے یا مہینے میں ایک ہی بار صدقہ کیوں نہیں دے دیتے؟ میں نے ابا جان سے اس بات کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ اصل میں، میں تمہاری امی کی زندگی کا ہر روز صدقہ دیتا ہوں!۔۔۔ میں حیران رہ گئی۔۔ کہ محبت کے اس انداز سے میں بے خبر تھی۔

پھر چندوں اور خلفائے وقت کی طرف سے کی جانے والی تحریکات کے علاوہ بعض مساجد کی تعمیر پر جو خرچ کرتے اس کا ذکر کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے کہ یہ ذکر دکھاوے میں شامل نہ ہو۔ اس کے علاوہ کتنے ہی رفاہی کام کرتے رہتے جن کا کسی سے ذکر بھی نہ کرتے۔ ایک بار کسی کی طرف سے بہت دل دکھا، تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے کہ جس کے دادا کے متعلق مجھے احمدیہ ہال سے فون آیا کہ ان کا جنازہ گھر میں پڑا ہے، مگر انکے بیٹوں کی اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اپنے موصی والد کی تدفین کا انتظام کر کے جنازہ ٹرین پر ربوہ لے جاسکیں۔ تو میں نے کہا کہ آپ انتظامات کریں، میں ابھی اسکے لئے رقم لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ آج اسی کے پوتے نے ہمارا دل اسقدر دکھایا ہے اور ہمارے ہی خاندان کے بارے میں طعن آمیز باتیں کی ہیں! خیر کوئی بات نہیں میں نے جو کچھ کیا تھا خدا کی رضا کے لئے کیا تھا، اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے تو ہمارا رونا اور ہماری فریاد تو صرف اللہ کے حضور ہے۔

اس ذکر سے کئی ایسے واقعات یاد آ گئے جب ابا جان کے دل کو انتہائی رنج پہنچا ایسے مواقع پر کوئی اور ہوتا تو فریق مخالف پر مقدمے دائر کرتا یا کم سے کم لوگوں کو ہی اس بارے میں بتا کر کچھ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا، مگر ابا جان ایسے موقع پر ہمیشہ بار بار یہی آیت قرآنی دہراتے کہ انما اشکوا بثی و حزنی الی اللّٰہ۔ کہ میرا رونا اور میری فریاد غم تو صرف اللہ کے حضور ہے، بلکہ ہم سب کو بھی صبر کی تلقین کرتے۔ جب صبر کے موضوع پر خطبہء جمعہ ارشاد فرمانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں ابا جان کی بھی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا تو مجھے یہ خیال آیا کہ ابا جان نے ہمیشہ ساری زندگی، ہر حال میں صبر کا بہترین مظاہرہ کیا اور تصرف الٰہی دیکھیں کہ صبر کے موضوع پر خطبہ کے آخر میں حضور نے انکی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

حیاء کا وصف بھی ابا جان کی طبیعت میں کمال تھا۔ ہمیشہ غض بصر سے کام لیتے، اور پردہ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کبھی مذاق میں بھی کسی سے بیہودہ بات یا لطیفہ کہتے نہیں سنا۔ ابا جان کی حس مزاح بھی بڑی لطیف اور اکثر ادبی رنگ لئے ہوتی۔ امریکہ سے فون کے ذریعہ رابطہ رہتا تھا، چند روز بات نہ ہو سکی تو فون آیا اور کہنے لگے کیا بات ہے اپنے باپ کو بھول گئی ہو ع

کبھی ہم میں تم میں بھی پیار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کا ایک ادبی لطیفہ بھی بیان کر دوں، 1986ء میں جب جلسہ سالانہ یو۔کے اور حامدہ باجی کے بچوں ثمر احمد اور فوزیہ مریم کی تقریب آمین میں شرکت کے بعد واپس کراچی آئے، تو ابا جان نے بتایا کہ بچوں کی تقریب آمین میں حضور رونق افروز ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابا جان نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم 'محمود کی آمین' سے چند دعائیہ اشعار ترنم سے پڑھے۔ ابا جان نے بتایا کہ جب میں نظم پڑھ کر واپس آ کر حضورؒ کے قریب آ کر بیٹھا تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ 'آپ تو اب بھی اچھی نظم پڑھ لیتے ہیں۔۔ کھنڈرات سے پتہ چلتا ہے کہ عمارت عظیم الشان تھی!'

میرے ابا جان امانتوں اور عہدوں کا بھی بہت لحاظ رکھتے تھے۔ خواہ وہ مال کی امانت ہو یا عہدے کی، بعض اوقات میں نے دیکھا کہ غیر از جماعت افراد بھی انکے پاس اپنی امانتیں رکھواتے۔ ابا جان گھر والوں کو بتاتے کہ دیکھو فلاں کی امانت فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے، زندگی کا اعتبار نہیں گھر میں کسی کو معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ امانت کہاں رکھی ہوئی ہے۔ پیکٹ پر خود بھی تفصیل ضرور لکھ کر رکھتے۔

ابا جان ہمیشہ اپنی بھی نمازوں کی حفاظت کرنے والے تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی سب سے زیادہ جو نصیحت اور تاکید کرتے، وہ نماز کی بروقت اور باجماعت ادائیگی ہی تھی۔ چاہے شادی بیاہ کا موقع ہو یا پکنک اور سیر و تفریح، ہر وقت اور ہر حال میں نماز باجماعت کی پابندی کرتے اور کرواتے تھے۔

بہت سے بچوں کو ابا جان نے قرآن کریم ناظرہ پڑھایا، مجھے بھی قرآن کریم کا کافی حصہ ابا جان نے پڑھایا اور پھر میرے بڑے بیٹے بدر احمد کو بھی بیسویں سیپارے سے آگے ابا جان نے ناظرہ کا پہلا دور مکمل کروایا اور پھر ابا جان کی موجودگی میں ہم نے عزیزم کی تقریب آمین منعقد کی۔

تحریک وقف عارضی میں بھی بصد شوق شریک ہوتے رہے۔ مجھے یاد ہے جب میں بہت چھوٹی تھی، امی اور ابا جان وقف عارضی کرتے اور ہم سب بہن بھائیوں کو ساتھ لیکر

گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران ایک بار وقف عارضی کر کے اندرون سندھ کوٹ احمدیاں ایک بار بشیر آباد اسٹیٹ اور ایک مرتبہ نبی سر روڈ گئے۔ یہ سب چھوٹے چھوٹے دیہی علاقے ہیں جہاں ان دنوں میں غضب کی گرمی ہوتی۔ پھر رہائش بھی کچے مکانات میں ہوتی، جہاں دیسی طرز کے ٹائلٹ ہوتے۔ میری عمر شاید پانچ یا چھ سال ہوگی جس وقت کا یہ واقعہ مجھے یاد ہے کہ ایک ایسے ہی سفر سے واپس آ کر میں اپنے گھر کی دیواروں کو چومنے لگی اور کہتی جاتی تھی کہ 'اللہ تیرا شکر ہے، ہمارا گھر کتنا اچھا ہے!'۔۔۔ واقعی ایسے تجربات سے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے لئے جذبات تشکر اور عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے ابا جان کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی اور جماعتی ہر لحاظ سے بہت عزت دی تھی مگر ان کی طبیعت میں بے حد عجز وانکسار کی خوبی تھی۔ لباس اور کھانے پینے ہر چیز میں سادگی پسند تھی۔ کبھی کھانے میں نقص نہ نکالتے۔ اپنی پلیٹ کھانا ختم کر کے مسنون طریق سے انگلی سے صاف کرتے تھے۔ اور کئی دفعہ اپنی پلیٹ اور گلاس خود ہی دھو لیتے تھے۔

ابا جان اکثر یہ دعا پڑھتے تھے؛ رب انی لما انزلت الی من خیرٍ فقیر اور پھر اپنے پوتے پوتیوں، نواسے، نواسیوں سے کہتے کہ 'میں تو فقیر ہوں' بچے حیران ہو کر معصومیت سے کہتے کہ 'نہیں ابا جان آپ تو فقیر نہیں ہیں آپ کے پاس تو بہت پیسے ہیں!' اس پر ابا جان بہت لطف اندوز ہو کر کہتے کہ 'میں تو اللہ کے در کا فقیر ہوں' اور پھر یہی دعا دہراتے پھر کہتے اللّٰہ غنی و انتم الفقراء ۔ کبھی یہ شعر پڑھتے ؎

اے کہ برتو تفضّل واحساں لطف کن برمن فقیر زماں

جب دعا کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تو بہت زاری سے 'لطف کن، لطف کن' کی تکرار کرتے ہوئے پڑھتے۔

جیسے سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں ابا جان کو اعلیٰ خوشبوؤں کا شوق تھا، اسی طرح شہد کے شفاء بخش ہونے پر بھی یقین اور اعلیٰ قسم کے شہد کی مختلف اقسام کا بہت شوق تھا اور اللہ تعالیٰ آپ کی اس خواہش کو پورا بھی کر دیتا تھا اور اکثر مختلف ممالک کے اعلیٰ اقسام کے شہد ابا جان کے پاس موجود رہتے تھے۔

ابا جان کی تحریر کی خوشخطی کا تو یہ عالم تھا کہ ان کی ہر تحریر، سنبھال کر رکھنے کو جی چاہتا تھا بقول کیٹس ؎

A thing of beauty is a joy for ever

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی نجی ملاقاتوں میں ابا جان کی خوشخطی کی بارہا تعریف کی۔

کوئی خط لکھنا ہو، عرضی لکھنی ہو، مضمون یا تقریر لکھنی ہو، ابا جان کے پاس ہر مقصد کے مطابق لکھنے کا سامان موجود رہتا، اور پھر وہ کاغذ اور قلم سے کام لینا بھی خوب جانتے تھے۔ انکا ہر کام قبل از وقت منصوبہ بندی کے تحت ہوتا تھا۔ سفر درپیش ہو، ذاتی دعوت ہو یا کسی تقریب کی تیاری ہو یا جماعتی جلسے کا انعقاد، ہر موقع پر تمام تفاصیل کو لکھ کر تیاری کرتے تھے؛ سفر پر جانا ہو تو قبل از وقت معلومات حاصل کر کے بکنگ کروانا، سامان کی فہرست بنانا، سامان پر نام، فون نمبر، پتہ وغیرہ جلی حروف میں لکھ کر چسپاں کرنا، کوئی تقریب ہو تو قبل از وقت مہمانوں کی لسٹ بنانا، کھانے کا مینیو سب کے مشورے سے لکھ کر بنانا، جو سامان بازار سے منگوانا ہو اسکی فہرست بنانا، مہمانوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ منصوبہ بندی کرنا کہ انہیں کہاں بٹھانا ہے، اندر یا باہر، کہاں کھانا کھلانا ہے، ان تمام امور کو پہلے سے سوچ کر رکھنا تا کہ وقت پر کوئی پریشانی یا افراتفری نہ ہو۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر امر کے لئے دعاؤں میں لگے رہنا۔ سفری دستاویزات کو ہمیشہ تیار رکھتے، چندے سال کے شروع میں ہی ادا کر دیتے، چندہ وصیت حصہ جائداد سب ادا کر کے سرٹیفکیٹ بنوا کر اپنے پاس رکھتے۔

جب کوئی مضمون یا تقریر لکھتے تھے تو ہمیشہ صاف، واضح، صفحے کے ایک طرف، سطر چھوڑ کر، شہ سرخیاں ڈال کر لکھتے تھے۔ تحریر میں پہلے قرآنی آیات کے حوالے ہوتے، جو کہ نہایت احتیاط کے ساتھ قرآن کریم کھول کر درست ہجے لکھتے اور اعراب لگاتے اور حوالہ نوٹ کرتے۔ پھر احادیث، حضرت مسیح موعودؑ کی نظم ونثر سے اقتباسات، پھر خلفاء کے اشعار واقتباسات۔ اور ہر جگہ واضح حوالہ؛ کتاب کا نام صفحہ نمبر، غرض کہ ہر تفصیل بڑی احتیاط کے ساتھ کرتے تھے، مگر بڑی جلدی!

سب چھوٹے، بڑوں کو خط لکھتے اور خلیفہء وقت کو تو ہمیشہ ہر روز دعائیہ خط لکھتے تھے۔ جب سے کمپیوٹر استعمال کرنے لگے تھے تو ای میل اور فیکس کر لیتے تھے۔

ابا جان کو دعوۃ الی اللہ کا بھی بہت شوق تھا۔ ہمیشہ اسکے لئے کوشاں رہے اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ مخاطب کی زبان میں با ترجمہ قرآن کریم اور کتب سلسلہ دیتے۔ اب جبکہ امریکہ میں مقیم تھے تو بھائی جان صفی الرحمٰن خورشید صاحب کو ربوہ فون کر کے، کہہ دیتے تھے کہ اتنی تعداد میں قرآن کریم [حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ وتفسیری نوٹس والے] اور حدیقۃ الصالحین اور سیرت خاتم النبیین ﷺ کراچی بھیج دیں۔ اور ہمارے گھر پارسل آ جاتا۔ قمر صاحب سے کہہ دیتے کہ یہ قرآن کریم اور کتب اپنے زیر تبلیغ اور نومبائع دوستوں میں میری طرف سے تقسیم کر دیں، تا کہ میں بھی دعوۃ الی اللہ میں شریک ہو جاؤں۔

ہاں! مجھے ابا جان کی تلاوت قرآن کریم کرنے کی ایک ادا اکثر یاد آتی ہے کہ ؎

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں   قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

۔۔۔کی عملی تصویر بنے اکیلے بیٹھے تلاوت کر رہے ہوتے، اور ایک عجیب وارفتگی کے عالم میں صحیفہء پاک کو چوم رہے ہوتے تھے! یہ منظر میں نے کئی بار انکے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھا۔

قرآن کریم کا کافی حصہ ابا جان کو حفظ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے بے شمار اشعار بھی انکو ازبر تھے۔گھر میں اٹھتے بیٹھتے، یا تو درمیانی آواز میں دعائیں پڑھ رہے ہوتے تھے یا پھر حضرت مسیح موعودؑ کے دعائیہ اشعار انکی زبان پر جاری ہوتے تھے۔کبھی ہمیں جگا رہے ہوتے تو کہہ رہے ہوتے ؎

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے!

پھر بھی نہ اٹھیں تو کہتے ؎

یوں ہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

ہر موقع پر پڑھنے کی دعائیں انہیں یاد تھیں، ہر موقع درمیانی آواز میں جب یہ دعائیں ابا جان پڑھتے تو ہمیں بھی اس طرف توجہ ہوتی ہم بھی ساتھ ساتھ وہ دعائیں دہراتے تو ہمیں بھی خود بخود یاد ہو جاتیں۔اکثر جب خلیفہء وقت کی طرف سے کسی خاص دعا کی تحریک ہوتی یا کسی وقت کسی خاص دعا کے کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ دعا اپنے ہاتھ سے لکھ کر گھر میں نمایاں جگہ پر آویزاں کر دیتے تھے اسطرح سب افراد خانہ اس دعا کو آتے جاتے پڑھتے رہتے اور ایسے وہ دعا ہم سب کو یاد ہو جاتی۔

یوں تو تقسیم ہند کے بعد ابا جان کئی بار خاندان سمیت قادیان گئے، مگر میرے ہوش سنبھالنے کے بعد 1980ء میں ہم سب جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے گئے۔ہمارا قیام امی کے خالہ زاد بھائی جناب فضل الٰہی خان صاحب درویش مرحوم کے گھر رہا۔مجھے یاد ہے کہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم نے ازراہ مہربانی ابا جان کو مع فیملی ایک رات دار المسیح کے کمرہ بیت الفکر میں قیام کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔[یہ وہ کمرہ ہے جہاں سرخ چھینٹوں والا نشان ظاہر ہوا تھا]

اس جلسہ میں ابا جان نے تقریر بھی کی تھی جس میں انہوں نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے ثبوت کے طور پر آپؑ کی قبولیت دعا کے اس معجزے کو پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے محض مسیحا کی دعا کے اعجاز سے انکی والدہ کو اولاد کی نعمت عطا فرمائی اور کہا کہ دیکھیں میں جو آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں، میرا وجود خود اس کا ایک ثبوت ہے!

کبھی میں سوچتی ہوں کہ شاید ہر کوئی اپنے باپ کو دنیا کا سب سے شفیق ترین اور بہترین شخص سمجھتا ہو لیکن اس روز جب میری اپنے سب بہن بھائیوں سے فون پر بات ہوئی اور انہوں نے بتایا کہ کل ابا جان کی تدفین واشنگٹن کے قطعہء موصیان میں ہوگئی ہے تو میرے دل میں عبید اللہ علیم صاحب کے یہ اشعار آ گئے جو میں اس وقت اس لئے نہ سنا سکی کہ اگر یہ الفاظ زبان پر لاتی تو ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ؎

خورشید مثال شخص کل شام   مٹی کے سپرد کر دیا ہے
اندر بھی زمیں کے روشنی ہو   مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

تقریبِ آمین

میاں غلام احمد ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ محکمہ انہار لائل پور لکھتے ہیں:

خاکسار کی نواسی 'ماہدہ نوید اشرف' بعمر 8 سال بنت میاں نوید اشرف (سابق پریذیڈنٹ بے پوائنٹ، کیلیفورنیا)' نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کرلیا ہے۔13 فروری بروز اتوار مسجد دار السلام (بے پوائنٹ، کیلیفورنیا) میں آمین کی تقریب منعقد ہوئی۔محترم مولانا مبشر احمد صاحب نے عزیزہ سے چند مقامات سے قرآن کریم سُنا اور دعا کروائی۔احبابِ کرام سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرنے، قرآنی علوم، معارف سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

توہین رسالت کی سزا اور اس کی شرعی حیثیت

حافظ مظفر احمد صاحب

تعزیرات پاکستان کے مطابق نبی کریمﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین رسالت کی سزا عمر قید یا موت ہوسکتی تھی۔ بعد میں شرعی عدالت کے اس فیصلہ کی بناء پر کہ توہین رسالت کی سزا صرف موت ہی ہوسکتی ہے۔ 1992ء میں عمر قید کے الفاظ دفعہ 295C سے حذف کردیئے گئے اور موجودہ ملکی قانون کے مطابق توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے۔

دیگر قوانین کی طرح اس قانون کا مقصد بھی مفاد عامہ اور قیام امن ہی تھا تو یہ حاصل ہونا چاہیئے تھا مگر گزشتہ سالوں کے تلخ تجربہ کے بعد ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نہ صرف مطلوبہ مقاصد اس قانون سے حاصل نہیں ہوئے بلکہ اس کو الٹا فتنہ، فساد اور ظلم کا ذریعہ بنا لیا گیا۔ بالخصوص کمزور اور اقلیتی گروہ اس کی زد میں آئے اور ذاتی عناد کی بناء پر توہین رسالت کے نام پر جھوٹے مقدمات درج کروانے کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ اب حکومت بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی ہے کہ اس رجحان کو روکنے کے لئے ایک اور قانون کی ضرورت ہے جس کے مطابق ہر غلط مقدمہ درج کروانے والے پر بھی گرفت کی جاسکے۔ یہ تو اندرونی ملکی صورتحال ہے۔

بیرونی اور عالمی سطح پر اس قانون کے ناروا استعمال کے نتیجہ میں پاکستان کو دنیا بھر کے انسانی حقوق کے اداروں کے سامنے سخت مشکل کا سامنا ہے اور بین الاقوامی سطح پر کشمیریوں کے حقوق کی حمایت میں پاکستان کی آواز کو اس قانون کے حوالہ سے بھارت کے اس جوابی حملہ سے دبا دیا جاتا ہے کہ

ایں گناہ است کہ در شہر شما نیز کنانند

اور کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک میں مسلم اقلیت کے حقوق کا تحفظ کرانے سے پہلے اپنے ملک کی خبر تو لے لو جہاں معصوم شہریوں کو توہین رسالت کے نام پر صرف دو گواہیوں پر موت کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس صورتحال میں ہوش مند اور صاحب بصیرت مسلمان کا فرض ہے کہ تمام مقدس ہستیوں اور بالخصوص رسالت مآبﷺ کی توہین اور اس کی سزا کی شرعی حیثیت کے بارہ میں قرآن وسنت کی تعلیم سے آگاہی حاصل کرے۔ اس مضمون میں جانے سے پہلے یہ اصولی بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ توہین رسالت اتنا بڑا جرم ہے کہ توہین خدا کے بعد اس سے بڑا جرم کوئی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سفیر کی توہین بھی دراصل اس کی ہی توہین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اے رسول! ہم جانتے ہیں کہ مخالفوں کی باتیں تجھے غمگین کرتی ہیں۔ مگر وہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں (الانعام:34)۔

اس لئے یہ بغیر سزا کے نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی توہین کی سزا کئی مصالح کے باعث اس دنیا میں انسانوں کو نہیں دیا کرتا۔ یہی معاملہ توہین رسالت کا ہے جس کی سزا کئی حکمتوں کے تابع اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے ہوگا۔

توہین رسالت کے نہایت اہم مضمون کا مطالعہ مندرجہ ذیل پہلوؤں کی رو سے ضروری ہے۔

(1) کیا دعویٰ رسالت کے بعد نبی کریمﷺ کے ساتھ مخالفین اسلام کی طرف سے اہانت آمیز سلوک ہوا؟ اور اہانت کا یہ ارتکاب کرنیوالوں کے حق میں قرآن وسنت نے کیا فیصلہ دیا۔

(2) ''توہین'' کی وہ کون سی تعریف معین ہوسکتی ہے جس کی بناء پر اہانت کے مرتکب کو سزائے موت دی جائے۔

(3) اگر اللہ تعالیٰ نے توہین رسالت کی سزا کا اختیار انسانوں کو نہیں دیا بلکہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تو پھر مقدس ہستیوں کے تحفظ ناموس کے لئے قرآن شریف کیا اصول پیش فرماتا ہے۔

اب ہم ترتیب وار ان پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰﷺ جن کی شان تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے، آپ سید الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں مگر آپ کے دعویٰ رسالت کے بعد دیگر انبیاء سے کہیں بڑھ کر مخالفین اسلام نے آپ کی تکذیب کی اور ہنسی ٹھٹھا اور تمسخر کا نہایت اہانت آمیز سلوک آپ سے روا رکھا گیا۔ کبھی آپ کو کذّاب اور

جادوگر، کبھی سحر زدہ اور ایجنٹ کہا تو کبھی شاعر، کاہن اور مجنون کا الزام دیا گیا۔قرآن شریف نے ان لغو، بیہودہ اور جھوٹے الزامات کا تذکرہ کر کے نبی کریم ﷺ کی برأت تو ثابت کی مگر اہانت کا ارتکاب کرنیوالوں کے لئے کسی سزا کا اختیار آپ ؐ کو نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ ہمیں ان کی ہرزہ سرائیوں کا علم ہے۔مگر اے رسول تیرے ذمہ صرف نصیحت کرنا ہے تو ان پر نگران یا داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا(ق:40) پس دیگر اولوالعزم رسولوں کی طرح تو ان کی ایذا دہی پر صبر کرتا چلا جا۔(الاحقاف:36) نیز فرمایا اور تجھ سے پہلے رسولوں کو جھوٹا کہا گیا انہوں نے اپنی تکذیب پر اور ایذاء رسانی پر صبر کیا۔یہاں تک کہ ہماری مدد آئی۔(الانعام:35)

اسی طرح مسلمانوں کو بھی دشمنوں کی ایسی بدزبانیوں پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت تکلیف دہ اور دکھ والا کلام سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بہت ہمّت والا کام ہے۔(آل عمران :187)

چنانچہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں نے ان تمام اذیتوں کو نہایت صبر سے برداشت کیا جن کا مختصر تذکرہ قرآن شریف میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

(1)اور کافر کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا گیا ہے تو یقیناً مجنون (اور دیوانہ) ہے۔(الحجر:7)

(2)اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ایک جھوٹ ہے جو اس نے بنالیا ہے اور اس پر ایک قوم نے اس کی مدد کی ہے پس ان لوگوں نے یہ بات کہہ کر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور بڑا جھوٹ بولا ہے۔(الفرقان :5)

(3)اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔(الفرقان:9)

(4)اور یہ عزت والے رسول کا کلام ہے کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم ایمان نہیں لاتے اور نہ یہ کسی کاہن کی باتیں ہیں۔تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے یہ رب العالمین خدا کی طرف سے اتارا گیا ہے۔(الحاقہ:41تا44)

(5)اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس انہی کی قوم میں سے ہوشیار کرنے والا آ گیا اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو ساحر (ایک فریبی) اور کذّاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔(صٓ:5)

قرآن شریف میں کفار کی ان تمام ہرزہ سرائیوں اور اہانت آمیز بدسلوکیوں کا ذکر کرنے کے باوجود کہیں بھی اس کی سزا کا اختیار انسان کے ہاتھ میں دینے کا ذکر نہیں ہے۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ توہین رسالت کی کوئی سزا ہے ہی نہیں۔یقیناً ہے اور خدا کے مقدس رسول کی اہانت کرنیوالے کبھی بھی خدائے قہار اور ذوالانتقام کے قہر و غضب اور سزا سے بچ نہیں سکتے اور ضرور بالضرور اپنے جرم کی سزا پاتے ہیں۔اس دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنتی ہے اور دوسرے جہان میں بھی ان کے لئے عذاب مقدر ہے۔چنانچہ ایسے نافرمانوں اور تکذیب کرنیوالوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی سزا اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے۔

اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب بھی وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اسی کی طرف واپس کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اب دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کی تم تکذیب کرتے تھے اور بڑے آنے والے عذاب سے پہلے ہم ان کو دنیا کا چھوٹا عذاب بھی چکھائیں گے تا وہ لوٹیں اور توبہ کریں۔اور جس کو اس کے ربّ کی آیات یاد دلائی جائیں اور وہ ان سے اعراض کرے اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے ہم یقیناً ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے۔(السجدۃ: 21تا 23)

الغرض نبی کریم ﷺ کو کفار کے استہزاء یا اہانت کا بدلہ لینے یا انہیں کوئی سزا دینے کے بجائے ان کی تکذیب اور طرح طرح کے بیہودہ اعتراضوں پر صبر کی ہی تعلیم دی گئی۔ چنانچہ سورۂ مزمل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اور جو کچھ تیرے مخالف کہتے ہیں اس پر صبر کر اور شریفانہ طور پر ان سے الگ ہو جا اور نعمت والے (مالدار) منکروں کو اور مجھے اکیلا چھوڑ دے اور ان کو کچھ مہلت دے۔ ہمارے پاس (ان کی سزا کے طور پر) قسم قسم کی بیڑیاں اور جہنم ہے اور ایسا کھانا ہے جو گلے میں پھنستا ہے اور دردناک عذاب بھی ہے۔''(مزمل:11تا14)

قرآن شریف کی اس عظیم الشان پُر امن تعلیم کے بعد جب ہم سنت رسول پر غور کرتے ہیں تو رسول اللہ کی پاکیزہ سیرت ہمیں واقعی ان قرآنی احکام کی شاندار تصویر نظر آتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کی ذات پر رکیک حملے کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور آپ کو جسمانی اذیتیں بھی پہنچائیں اور زبان سے بھی تذلیل اور توہین کی حد کر دی۔قرآن شریف میں کفار کی ان ظالمانہ کارروائیوں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کیا گیا چنانچہ سورۃ العلق میں اللہ فرماتا ہے۔

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو ایک عبادت گزار بندے کو جب وہ نماز میں مشغول ہوتا ہے، نماز سے روکتا ہے۔اے مخاطب مجھے بتا تو سہی اگر وہ نماز پڑھنے والا بندہ ہدایت پر ہو یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو اور اس کو روکنے والا (ہدایت کا) منکر ہو اور (اس سے) منہ پھیرتا ہو (تو اس کا انجام کیا ہوگا) کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے۔جس طرح وہ (دشمن) چاہتا ہے اس طرح نہیں ہوگا بلکہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر زور سے گھسیٹیں گے۔ایسی پیشانی جو جھوٹی اور غلط کار ہے پس کافر کو چاہئے کہ وہ اپنی مجلس کو بلائے ہم بھی اپنی پولیس کو بلائیں گے۔(العلق:10تا19)

اب دیکھئے اس جگہ کفار کی زیادتیوں اور اہانت آمیز سلوک کا بدلہ لینے کی ذمہ داری خدا

تعالیٰ خود لیتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اس کے سفیر اور رسول کی غیرت اور کسے ہو سکتی ہے؟
عبادت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانے کے واقعات بار ہا ہوئے کبھی گلے میں پٹکا ڈال کر آپ کا سانس گھونٹ دیا گیا اور حضرت ابو بکرؓ نے آ کر آپ کو ظالم عقبہ بن ابی معیط سے چھڑایا (بخاری کتاب التفسیر سورۃ مومن) تو کبھی نماز پڑھتے ہوئے حالت سجدہ میں آپ پر گند ڈال دیا گیا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں جس میں کفار قریش نے نبی اکرم ﷺ کی تذلیل کی حد ہی کر دی۔ آنحضور خانہ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے اور کفار کی مجلس پاس ہی لگی ہوئی تھی ایک کافر نے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا اس ریا کار کو دیکھتے ہو؟ تم میں سے کون ہے جو فلاں اونٹنی (جو ذبح ہوئی ہے) کی بچہ دانی لا کر سجدہ کی حالت میں اس پر پھینکے۔ چنانچہ ان میں سے بد بخت ترین انسان عقبہ اٹھا اور اونٹنی کی بھاری بھرکم بچہ دانی جو خون اور گند سے بھری ہوئی تھی لا کر سجدہ کی حالت میں حضور ﷺ کی پشت پر ڈال دی۔ حضور اس بوجھ کے نیچے سجدہ میں دب کر رہ گئے۔ ادھر یہ ظالم حضور کی توہین و تذلیل پر خوشی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے کہ اتنے میں حضرت فاطمہؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھاگی بھاگی آئیں اور حضورؐ سے یہ گند اور بوجھ ہٹایا تب آپ سجدے سے سر اٹھانے کے قابل ہوئے اور نماز مکمل کی۔ اس روز اس انتہائی بدسلوکی اور توہین کو دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے ان ظالم کفار پر گرفت کرنے کے لئے خدا کے حضور التجا کی کہ اے اللہ! ان ظالموں سے تو خود نبٹ۔ اور ان پر گرفت کر۔

پھر کیا رسول خدا ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرنیوالے یہ ظالم الٰہی سزا سے بچ گئے؟ ہرگز نہیں! بلکہ خدا تعالیٰ کے قہر کی تلوار ان پر ہیبت ناک طریق پر چلی اور وہ اپنے بد انجام کو پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی بیان کرتے ہیں۔ ان تمام سرداران قریش کو (جو اس روز آنحضورؐ کی اہانت کے مرتکب ہوئے اور جن کے نام لیکر حضور نے خدا کی گرفت کی دعا کی) بدر کے دن میں نے دیکھا۔ بلا استثناء وہ سب کے سب ہلاک ہوئے، ان کی لاشوں کو کھینچ کر بدر کے کنویں میں پھینکا گیا اور سورج کی گرمی سے ان کے چہرے مسخ ہو چکے تھے اور حلیے بگڑ گئے تھے۔ (بخاری کتاب المغازی و کتاب الصلوٰۃ) کفار کی طرف سے رسول خدا کی ان جسمانی اذیتوں پر ہی معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ہر لحاظ سے زبان درازی اور طعن و تشنیع کے ذریعہ بانی اسلام کی تذلیل و تحقیر کی انتہاء کر دی چنانچہ کفار آپؐ کو از راہ تحقیر ابن ابی کبشہ کہہ کر پکارتے تھے۔ (بخاری بداء الوحی) (ابن ابی کبشہ ستارہ پرست تھا اور نئے دین کا موجد ہونے کے حوالہ سے معروف تھا) اسی طرح کفار نبی کریم کو صابی کہہ کر آپ پر ستارہ پرست ہونے اور دین ابراہیمی سے برگشتہ ہونے کا الزام بھی دیتے تھے۔ اور آپ کے مقدس نام ''محمد'' کو بگاڑ کر ''مذمم'' یعنی قابل مذمت قرار دیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ اس کے جواب میں یہی فرماتے کہ اللہ نے میرا نام محمد رکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں ''تعریف کیا گیا'' پس ان کے مذمم کہنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ایسی توہین اور تمسخر کرنے والوں کا معاملہ آپ نے خدائے ذوالانتقام پر چھوڑ دیا کہ جس سے بڑھ کر اپنے محبوب محمد ﷺ کی غیرت رکھنے والا اور کوئی نہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ پر زبان طعن دراز کرنیوالوں کو خدائے جبروت نے پکڑا۔ عاص بن وائل جو نرینہ اولاد نہ ہونے کے باعث آنحضرت ﷺ کو ابتر ہونے کا طعنہ دیتا تھا خدائی تقدیر نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیشہ کے لئے اس کی نسل کا نام و نشان مٹا دیا جائے اور جیسا کہ سورۃ الکوثر میں پیشگوئی تھی اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی آپ کے دشمن بے اولاد رہیں گے۔ ان میں سرفہرست عاص بن وائل حسرت و یاس کے ساتھ بے اولاد دنیا سے رخصت ہوا اور بانی اسلام کی توہین کرنے والا یہ دشمن رسول آپؐ کی عزت و عظمت کا نشان بن گیا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے چچا ابولہب نے کوہ صفا پر آپؐ کی دعوت سن کر گستاخی اور بے ادبی سے کہا تو تباہ و برباد ہو گیا تو نے اس لئے ہمیں اکٹھا کیا تھا۔ خدائے قادر و توانا نے اس کی اس توہین آمیز حرکت کے جواب میں فرمایا تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ کہ دشمن رسول ابولہب کے ہاتھ شل ہو گئے اور وہ خود تباہ ہوا۔ اس میں پیشگوئی تھی کہ اس ظالم کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا۔ چنانچہ الٰہی گرفت نے اسے حیرت انگیز رنگ میں پکڑا اور غزوۂ بدر کے سات دن بعد وہ طاعون کی قسم کی بیماری سے ذلّت ناک موت سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کے نعش سے بو آتی رہی بالآخر رشتہ داروں نے گڑھے میں پھینک کر دفن کیا۔ اس کے بیٹے عتیبہ نے بھی رسول اللہؐ کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرتے ہوئے آپ کی بیٹی امّ کلثوم کو اعلانیہ طلاق دی اور ایک سفر میں بھیڑیوں نے اسے پھاڑ کھایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یوں یہ دونوں باپ بیٹا توہین رسالت کے ارتکاب میں خدا کی آفت میں آ گئے۔

(روح المعانی جلد 3 ص262)

پس خدائے غیور کی اپنے رسول کے حق میں غیرت کے یہ نظارے اور توہین کا ارتکاب کرنیوالوں کا خوفناک اور عبرتناک انجام دیکھ کر بھی توہین رسالت کے مزید کسی قانون کی گنجائش اور ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟
کیا وہ خدا جو کل اپنے رسول کے لئے غیرت دکھاتا رہا آج وہ اس کی اہانت پر خاموش بیٹھا رہے گا اور اس کے قہر کی تلوار حرکت میں نہیں آئے گی؟ اور کیا توہین رسالت کی سزا کا اختیار انسانوں کو دے کر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہم انسان ہو کر رسول خدا کی عزت کے لئے خدا سے بھی زیادہ غیرت مند ہونے کے مدعی ہیں؟

ظاہر ہے کہ ایسا خیال بذات خود رسول کی توہین سے بڑھ کر خدا کی توہین تک جا پہنچتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعات کا تعلق چونکہ مکّی دور سے ہے اس لئے کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کمزوری اور مظلومیت کی حالت میں توہین رسالت کی کوئی سزا جاری کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے کہ حکمت کا یہی تقاضا تھا۔ لیکن یہ اعتراض باطل ہوجاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ میں تشریف لانے اور اقتدار ملنے کے بعد بھی جبکہ مدینہ کی سب قومیں یہودیوں سمیت آپ کو اپنا حاکم تسلیم کرچکی تھیں۔ آپ نے اہانت کے مرتکب دشمنانِ اسلام سے ہمیشہ عفو کا ہی معاملہ کیا اور ان کی نہایت ذلیل طعن وتشنیع کا معاملہ اپنے خدا کے سپرد کیا اور امن وامان کی خاطر اور اپنے خدا کی رضا کی خاطر آپ نے بظاہر بےعزتی قبول کرلی۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے ایک مسلمان کے سامنے اسے چڑانے کے لئے یوں قسم کھائی کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی اور اس طرح حضرت موسیٰ کو آنحضرت ﷺ سے افضل ٹھہرایا۔ مسلمان نے اشتعال میں آکر یہودی کو تھپڑ رسید کردیا۔ یہودی نے نبی کریم ﷺ کو شکایت کردی۔ آپ نبیوں کے سردار تھے۔ مگر آپ نے کس عاجزی اور انکساری سے یہ فیصلہ فرمایا کہ دیکھو مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دیا کرو (تاکہ مذہبی جھگڑے پیدا نہ ہوں) (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف) یہ صرف ایک واقعہ نہیں یہود کی طرف سے تو حسد اور بغض وعداوت کی بناء پر آئے دن ایسے واقعات مدینہ میں ہوتے تھے۔ جن سے ان کا مقصود اہانتِ رسول ہوتا تھا۔ مگر نہ صرف ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی بلکہ ہمیشہ رحم وکرم کا سلوک روا رکھا گیا۔ یہ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے رَاعِنَا کا لفظ اس رنگ میں استعمال کرتے جس کے معنے بیوقوف کے ہوتے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ)

(قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر موجود ہے کہ یہودی دین میں طعنہ زنی کی خاطر زبانوں کو موڑتے ہوئے رَاعِنَا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔۔۔ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے۔ (النساء: 47)

اسی طرح رسول اللہؐ کے پاس آکر سلام کرنے کے بجائے یہ لوگ ''سام'' کا لفظ استعمال کرتے جس کے معنے لعنت اور ہلاکت کے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے یہود کی یہ بددعا سن کر جواباً ان کو کہا۔ اے یہودیو! تم پر خدا کی لعنت اور مار ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ نرمی چاہئے کہ اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے آپ کو سلام نہیں، سام کہا یعنی ہلاکت ہو۔ آپ نے فرمایا تو میں نے بھی تو وعلیکم کہہ دیا تھا اور یہ یاد رکھیں کہ ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی مگر میری دعا ان کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔ (بخاری کتاب الادب)

یہود کی طرف سے توہین رسالت کے ارادہ سے لعنت و ہلاکت کی اس بددعا کے واقعات سے اہانت رسول کی سزا پر حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی اہم روایت سے خوب روشنی پڑتی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور آپ کو سلام کے بجائے السام علیک کہہ کر لعنت و ہلاکت کی بددعا دیتے اور دل میں کہتے ہیں (یا اپنے لوگوں میں جا کر یہ باتیں کرتے ہیں کہ) اگر ہم غلطی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری اس گستاخی کی سزا کیوں نہیں دیتا۔ اس پر سورۃ مجادلہ کی وہ آیت اتری جس کا مطلب ہے کہ ''جب یہ لوگ (یہودی) میرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسے الفاظ میں سلام کی دعا دیتے ہیں جن میں خدا نے دعا نہیں دی اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیوں ہمارے اس قول کی وجہ سے ہم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ (ان کی سزا) جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ (المجادلۃ: 9) (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 221)

زیربحث مضمون میں یہ حوالہ کتنا اہم اور واضح ہے جس میں یہود کی طرف سے اہانت رسول کا مرتکب ہونے کے بعد سزا کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان کو کسی دنیوی سزا کے بجائے جہنم کی وعید سنائی جاتی ہے اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ توہین رسالت کی سزا خدائے غیور نے اپنے اختیار میں رکھی ہے بندوں کو اس کا حق نہیں دیا۔

اس جگہ کوئی کعب بن اشرف اور ابورافع جیسے یہودی سرداروں کے قتل کے واقعہ کو توہین رسالت کی سزا کی تائید میں استعمال کرنا چاہے تو یہ اس لئے درست نہیں ہوگا کہ ان سرداران یہود کے جرائم سبّ وشتم سے کہیں بڑھ کر بغاوت، بدعہدی اور محاربت تھے۔ جس کی سزا کے طور پر وہ قتل کئے گئے۔ ان کے علاوہ سنت رسول سے کسی ایک مستند واقعہ کا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ محض اہانتِ رسول کے سبب کسی شخص کو قتل کیا گیا ہو۔ ہاں ایسے واقعات ضرور ملتے ہیں کہ توہین رسول کے مرتکب کے لئے صحابہ قتل کی اجازت طلب کرتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ یہ اجازت عطا نہیں فرماتے اور سختی سے روک دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے مال تقسیم کرنے پر اعلانیہ اعتراض کیا کہ اس میں عدل سے کام نہیں لیا گیا اور رسول اللہ سے کہا کہ خدا کا خوف کریں۔ حضرت خالد بن ولید نے اس کو قتل کرنے کی اجازت رسول اللہ سے چاہی تو آپ نے فرمایا کہ نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کتنے ہی نماز پڑھنے والے ہیں جن کے دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور ان کے پیٹ پھاڑنے نہیں آیا ہوں (ہمیں ہر حال میں ان کے ظاہر کو قبول کرنا ہوگا) (بخاری کتاب المغازی و کتاب الجهاد)

ملاحظہ ہو اس واضح اہانت رسول کو دیکھ کر اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ شخص خود ظالم اور باطل

پر ہے آنحضور نے اس کے قتل کی اجازت نہیں دی حالانکہ خود فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین سے نکل جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود اسے توہین رسالت کی سزا نہیں دی گئی۔ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور آپ کی اہانت کا ایک تاریخی واقعہ ایسا ہے جو اس امر کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ نے توہین رسالت کی کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی۔ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی بن سلول کا ہے جو منافقوں کا سردار تھا اور جس نے ایک غزوہ میں انصار و مہاجرین کے ایک جھگڑے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل مدینہ کو بھڑکایا اور یہ گستاخانہ کلمات اس کے منہ سے نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں نکلے جو قرآن شریف میں سورۃ منافقون میں مذکور ہیں کہ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون:9) اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو مدینہ کا سب سے معزز آدمی (بزعم خود عبداللہ بن ابی) مدینہ کے سب سے ذلیل آدمی (معاذ اللہ نبی اکرمؐ کو) اس سے نکال دے گا۔ ایک مسلمان ہونے کے دعویدار کے ان واضح اہانت آمیز کلمات کو سن کر حضرت عمرؓ برداشت نہ کر سکے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس خبیث شخص کے قتل کی مجھے اجازت دیں۔ آنحضور ﷺ نے سختی سے روک دیا اور فرمایا۔ عمر! لوگ کیا کہیں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ المنافقون)

اور آنحضور ﷺ نے نہ صرف اس دشمن رسول کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ جب وہ فوت ہوا تو اپنی چادر اس کے کفن کے لئے عطا فرمائی اور حضرت عمرؓ کے باصرار روکنے کے باوجود اس کی نماز جنازہ خود پڑھائی۔ یہ تھا رحمت اللعالمین کی کمال رحمت و شفقت کا سلوک ایک ایسے شخص سے جو آپ کی توہین کا مرتکب ہوا یا بالفاظ دیگر یہ تھی توہین رسالت کی سزا جو رحمت اللعالمین کے دربار سے اس دشمن رسول کے لئے ظاہر ہوئی۔

الغرض عبداللہ بن ابی کا واقعہ اس امر کا اٹل، واضح اور بین ثبوت ہے کہ قرآن و سنت میں توہین رسالت کی ایسی کوئی سزا مقرر نہیں جس کا بندوں کو اختیار دیا گیا ہو۔ بلکہ اس شنیع جرم کی سزا اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہے جو دلوں کے بھید اور نیتوں کو جاننے والا ہے اور اپنے علم کامل کے مطابق ہر بدنیت گستاخ رسول کے بارہ میں اپنی عدالت سے فیصلہ جاری فرماتا ہے اور اس فیصلہ کا اختیار اس نے اپنے حبیب رسول کو بھی نہیں دیا پھر یہ کیسے جائز ہے کہ کوئی حکومت مذہب کے نام پر یا رسول خدا کے نام پر توہین رسالت کی سزا کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی انتہائی سزا موت مقرر کرنے کے ظلم کی مرتکب ہو اور خدا کے اس حق پر ہاتھ ڈالے جو اس نے بندوں کو تفویض ہی نہیں کیا۔ ایسا فعل یقیناً بذات خود اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی توہین ہے اور توہین رسالت کی سزا موت کی تعیین کرنے سے پہلے قرآن و سنت اور ان کے احکام کی توہین کی اس سزا کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔

بعض دفعہ یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہؐ کا عبداللہ بن ابی اور دیگر اہانت کا ارتکاب کرنے والے یہود و مشرکین کو معاف کرنا رحمت اللعالمین ہونے کے ناطے ایک ذاتی حق کو معاف کرنا تھا جب کہ امت کو معافی کا یہ حق حاصل نہیں۔ یہ بات یقیناً درست ہوتی اگر قرآن و سنت و احادیث صحیحہ سے توہین رسالت کی کوئی واضح معیّن حدّ ثابت ہوتی۔ شریعت قرآنی کی تکمیل اور اسلامی حدود و شرائع کے واضح نفاذ رسول اللہؐ کے اس فرمان کے بعد کہ حلال اور حرام بیّن اور واضح ہو گئے ہیں۔ پھر توہین رسالت کے بارہ میں کسی سزا کا مقرر نہ ہونا صاف بتاتا ہے کہ شرع میں یہ اختیار خدائے حکم و قہار نے صرف اپنے پاس رکھا ہے۔ انسانوں کو منتقل نہیں کیا۔ دوسرے اگر اہانت رسولؐ کی کوئی سزا حکم الٰہی سے مقرر ہوتی یا کوئی حد قائم ہوتی تو رسول اللہؐ اللہ کے احکام کے لئے سب سے زیادہ غیرت رکھنے والے تھے۔ آپ کبھی بھی اس حد کے قائم کرنے میں تأمّل نہ فرماتے۔ آپ نے تو یہود کی کتاب کے مطابق ان پر بھی حدّ رجم کو قائم کر کے دکھایا اور فتح مکہ پر جب حضرت اسامہؓ نے ایک قریشی عورت کے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی حد کے بارہ میں معافی چاہی تو رسول اللہؐ نے نہایت ناراضگی سے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارہ میں سفارش کرنے کی جرأت کرتے ہو۔ خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں (حد قائم کرنے کی خاطر) اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب ام حسبت ان اصحاب الکهف)

آنحضرت ﷺ الٰہی احکام کی بجا آوری میں نہایت مستعد اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ جب بعض صحابہ نے رسول اللہؐ کی سنت سے بڑھ کر دن رات عبادت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور رسول اللہؐ کے استغفار پر عرض کیا کہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں تو حضورؐ نے نہایت جلال سے فرمایا تھا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا اور اللہ سے ڈرنے والا میں ہوں۔ پس میری سنت پر تمہیں کاربند ہونا ہوگا۔ یہی ہدایت قرآن شریف میں ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو رسول کی پیروی کرو کہ وہی تمہارے لئے بہترنمونہ ہیں۔

(آل عمران 32، الاحزاب 22)

اس مضمون کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ توہین رسالت کی تعیین کیسے ہو اور کس حد تک اہانت رسول سزا کی مستوجب ٹھہرائی جائے۔ کیا آنحضرت ﷺ کی تکفیر و تکذیب کو توہین قرار دیا جائے گا؟ کیا ہر وہ شخص جو آپ کو معاذ اللہ جھوٹا اور جعلساز سمجھتا ہے وہ گردن زدنی قرار پائے گا؟ اگر ایسا ہے تو تمام وہ لوگ جو اختلاف عقیدہ کی بناء پر نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کو اپنے خیال میں سچا نہیں سمجھتے اور جن میں تمام یہودی، عیسائی

اور غیر مسلم شامل ہیں موت کی بھینٹ چڑھائے ہوں گے۔ اور اگر توہین کی یہ تعریف نہیں تو کیا پھر نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے والے اس کی زد میں آئیں گے۔ اس سوال پر غور کرتے ہوئے ہمیں عزت، ذلت کے فلسفہ پر نظر کرنی ہوگی کہ کیا کسی کے گالی گلوچ سے یا توہین آمیز کلمات سے کسی معزز و محترم انسان کی واقعی توہین ہو جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ قرآن شریف نے عبداللہ بن ابی کے توہین آمیز کلمات کے معاً بعد اس خیال کی تردید فرمادی کہ ایسے بیہودہ، خلاف واقعہ کلمات سے رسول اللہ کی کوئی بے عزتی ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ وَ لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ کہ اصل عزت اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔ پس جس طرح چاند پر تھوکنے والے کا تھوک خود اس کے منہ پر پڑتا ہے اسی طرح پاک اور مقدس لوگوں کو برا بھلا کہنے والوں کو ان کے گندے کلمات واپس لوٹائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی کو گالی دے تو یہ گالی خود اس پر لوٹائی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم) چنانچہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا، پہلے تو حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے مگر جب اس نے حد کر دی تو آپ نے بھی جواب دیا اس پر رسول اللہؐ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ جب تک آپ خاموش تھے فرشتے آپ کی طرف سے جواب دے رہے تھے آپ نے خود جواب دیا تو وہ فرشتے چلے گئے۔ لہٰذا میں بھی جاتا ہوں۔

الغرض اسلامی تعلیم کا فلسفہ تو یہ ہے کہ گالی بکنے والا خود ذلیل ہے اور مظلوم و معصوم مومن کی طرف سے فرشتے ایسی توہین کا بدلہ لیتے اور جواب دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایک مومن بندے کی طرف سے فرشتے اس کی توہین کا بدلہ لیتے ہیں تو کیا خدا اپنے رسول کا بدلہ لینے کے لئے کافی نہیں۔ ہاں وہ خدا جو اپنے مقدس رسول سے وعدہ فرماتا ہے کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عصمت کی ضمانت خود لیتا ہے وہ آپ کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا (المائدة:68) ہاں وہی رسول کہ جس کے آگے اور پیچھے خدا نے حفاظت کے لئے فرشتے مامور کر چھوڑے ہیں جو اللہ کے خاص حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں (الرعد : 12)

پس رسول خدا کو اپنی عزت کی حفاظت کے لئے سزائے موت کے ایسے انسانی قانون کی پناہ لینے کی چنداں ضرورت نہیں جس کے ذریعے الزام دہی سے کئی معصوم انسانی جانوں کو یہ الزام لگا کر تلف کرنے کا دروازہ بھی کھلتا ہو۔ ہاں! پیشوایانِ مذاہب کی عزت وحرمت کے قیام کے لئے بطور تعزیر کوئی سزا ضرور مقرر کی جاسکتی ہے جو اصولاً مقرر کردہ شرعی حدود سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ لیکن اصل سوال پھر جوں کا توں ہے کہ توہین رسالت کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور ہر ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی جو رسول کریم ﷺ کو اپنے دل میں نیک نیتی سے سچا نہیں سمجھتا اور کھلے بندوں اس کا اظہار کرتا ہے کیا وہ توہین کا مرتکب ہوگا؟ یا آپ کو برا بھلا کہنے اور فرضی مذمت کرنے والا سزا کا مستوجب ہوگا؟ کیا ایسے مذمم کہنے والوں کو آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ کے لئے یہ کہہ کر سزا سے بری نہیں کر دیا کہ میرا نام تو محمد ہے جس کے معنی تعریف کیا گیا کے ہیں۔ وہ جس مذمم کو قابل مذمت قرار دیتے ہیں، دیتے رہیں۔ اسلامی تعریف کے مطابق حقیقی معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اپنے اندر رکھتا ہے اور قرآن کے مطابق عزت وذلت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے وہ جسے معزز کہے وہی عزت والا ہے اور فی الواقعہ دنیا میں سب سے محترم اور معزز ہستی خدا کے رسول ہوتے ہیں اور ان کی عزت مومنوں کے دلوں میں ہوتی ہے اور وہ دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اسی لئے سب سے بڑھ کر ان کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اور ان کے ادنیٰ سے اشارے پر مومن اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اس حقیقی عزت کے ہوتے ہوئے دنیوی عزتوں اور وجاہتوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اگر خدا کی خاطر اس کے پیاروں اور فرستادوں کو کوئی ذلت برداشت بھی کرنی پڑے تو وہ یہ کہہ کر اسے مرحبا کہتے ہیں کہ

؎ گر وہ ہو ذلت پر راضی اس پہ سو عزت نثار

طائف کے روز نبی کریم ﷺ نے کفار سے سخت اذیت اور ذلت اٹھا کر خدا کے حضور شکایت کی تھی کہ اے میرے مولیٰ! میں اپنی ناتوانی اور لوگوں میں ذلت کی شکایت تیرے پاس کرتا ہوں۔ ہاں اگر تو راضی ہے تو پھر مجھے پرواہ نہیں۔

اس مضمون کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ مقدس ہستیوں کے تحفظ ناموس کے لئے قرآن شریف کیا اصول پیش کرتا ہے؟ یہ سوال اس لئے بھی اہم ہے کہ قرآن شریف ایک کامل اور مکمل ضابطۂ حیات ہونے کا مدعی ہے اگر وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا تو اس پر نقص کا الزام آئے گا۔ چنانچہ قرآن شریف پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے صرف اپنے رسول کی عزت کے تحفظ کی ہی ضمانت نہیں دی۔ بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے اس خالق کائنات نے اپنے ابدی اور دائمی کلام قرآن شریف میں وہ عظیم الشان اصول پیش کیا ہے جس کے ذریعہ مذہبی مقدس ہستیوں کی عزت کی حفاظت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

''اور تم انہیں جنہیں مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں گالیاں نہ دو۔ ورنہ وہ دشمن ہو کر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دیں گے اس طرح ہم نے ہر ایک قوم کے لئے اس کے عمل خوبصورت کر کے دکھائے ہیں پھر انہیں اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس پر وہ انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا۔'' (الانعام:109)

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ کسی بھی مذہب یا دین میں مقدس سمجھی جانے والی

ہستیوں کی عزت کی حفاظت صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ہر ملک و مذہب کے لوگ یہ عہد کرلیں کہ وہ دوسرے مذہب کی مقدس ہستی کو گالی نہ دیں گے اور جس ہستی کو وہ مقدس سمجھتے ہیں اس کی توہین نہ کریں گے۔ خواہ وہ دوسروں کے نزدیک مقدس ہو یا نہ ہو۔ جیسے کفار کے وہ معبود جنہیں خدا کے سوا پکارا جاتا ہے۔ چونکہ یہ کفار کے نزدیک قابل احترام ہیں اس لئے مسلمانوں کو کفار کے دلی جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے ان معبودان باطلہ کو بھی گالی دینے یا برا بھلا کہنے سے باز رہنا ہوگا۔

اب دیکھیں یہ کیسی عادلانہ اور منصفانہ تعلیم ہے اگر ہر مذہب وعقیدہ کے لوگ اس پر کار بند ہو جائیں تو دنیا میں اختلاف مذہب یا عقیدہ کی بناء پر کوئی فساد پیدا نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر تم کسی مذہب یا ملک کے نزدیک مقدس سمجھی جانے والی ہستی کی توہین کرو گے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لاعلمی میں عداوت وانتقام کی وجہ سے تمہاری مقدس ہستیوں کی توہین کریں گے اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق اپنے بدلے کا حق استعمال کریں گے۔

تیسری بات اس آیت سے یہ پتہ چلتی ہے کہ اگر تم نے ان کے معبودانِ باطلہ کو گالی دی تو وہ تمہارے خدا کو گالی دیں گے۔ مگر جواباً خدائے قدوس کو مشرکین کی گالی دینے کی کسی سزا کا یہاں ذکر نہیں جو واضح اشارہ ہے کہ مشرکین کی تمہارے خدا کو جوابی گالی کے نتیجہ میں بھی تمہیں ان پر گرفت کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ پس جب مسلمانوں کو خدا کی توہین کی کسی سزا کا حق اور اختیار نہیں دیا گیا تو رسول کی توہین کی سزا کا تصور بھی کیسے ممکن ہے؟ پہلے خدا کی توہین کی سزا معین کیجئے۔ تو دنیا کی بہت بڑی آبادی جو دہریہ اور بلا مذہب لوگوں پر مشتمل ہے ان پر گرفت کرنا ہوگی اور یہ کسی طرح ممکن نہیں نہ ہی رسول اللہ نے ایسا کوئی قانون جاری فرمایا۔ پس اس صریح نص قرآنی کی موجودگی میں توہین رسول کی سزا کے قانون کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ ہاں اگر کوئی قانون نافذ کرنا ہے تو پھر اس آیت قرآنی کے مطابق تمام مذاہب کی مقدس ہستیوں کی عزت کی ضمانت دینے والا یہ قانون جاری ہونا چاہئے کہ قطع نظر اس کے کہ کوئی ہستی دوسرے مذہب کے نزدیک مقدس ہے یا نہیں اس کی اس لئے عزت کی جائے کہ وہ بعض لوگوں کے نزدیک قابل عزت ہے۔ یہ قانون بلاشبہ امن وآشتی اور صلح کا قانون ہوگا جس سے عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں گے اور تمام بنی نوع کے حقوق کی بلا امتیاز ضمانت دی جاسکے گی۔ کیونکہ اس قانون کا نافذ کرنے والا وہ عالم الغیب خدا ہے۔ جس کی تمام انسانی دلوں پر بھی نظر تھی اور آئندہ زمانوں پر بھی۔ اور وہ خدا جو ذرّہ برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا اور جس سے بڑھ کر کسی ہستی سے عدل متصور نہیں ہوسکتا اس کے جاری فرمودہ اس قانون میں ہی انسان کی فلاح اور دائمی نجات ہے۔

حضرت اقدس کا اپنی وحی کی صداقت پر یقینِ کامل

آنچہ داد است ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام
جو جام اس نے ہر نبی کو عطا کیا تھا وہی جام اس نے کامل طور سے مجھے بھی دیا ہے

آنچہ من بشنوم ز وحیِ خدا   بخدا پاک دانمش ز خطا
جو کچھ خدا کی وحی سے میں سنتا ہوں خدا کی قسم میں اسے غلطی سے پاک سمجھتا ہوں

ہمچو قرآن منزّہ اش دانم   از خطاہا ہمیں است ایمانم
میں اسے قرآن کی طرح غلطیوں سے پاک جانتا ہوں اور یہی میرا ایمان ہے

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
اگرچہ انبیاء بہت ہوئے ہیں مگر میں معرفتِ الٰہی میں کسی سے کم نہیں ہوں

وارثِ مصطفٰی شدم بہ یقیں   شدہ رنگیں برنگِ یارِ حسیں
میں یقیناً مصطفٰی کا وارث ہوں اور اس حسین محبوب کے رنگ میں رنگین ہوں

(نزول المسیح۔ ر۔خ جلد 18 صفحہ 477)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

قرۃ العین

قَدْ وَدَّعُوا اَلْھَوَآءَ ھُمْ وَنُفُوسَھُمْ   وَتَبَرَّءُ وْا مِنْ کُلِّ نَشْبٍ فَانٍ

ترجمہ: بیشک انہوں نے اپنی (دُنیوی) خواہشات اوراپنے نفسوں کے (آرام) چھوڑ دیئے اور ہرقسم کے فانی مال (دولت) سے بیزار ہو گئے۔

تشریح: اس شعر میں ودعوا کی ضمیر صحابہ کرامؓ کیلئے استعمال کی گئی ہے۔اس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی بابرکت ذات پر ایمان لانے کے بعد تمام ہستیاں یکسر بدل گئیں۔انہوں نے اپنی تمام خواہشات، معمولات اور روز وشب بھلا دیئے اور وہ لوگ جو کبھی اپنے نفس کے غلام تھے، اپنے نفسانی جذبات کے قیدی تھے، آج انہوں نے سفلی خواہشات کے تمام بندھن توڑ ڈالے اور خدا تعالیٰ کا نقش دلوں پر ثبت کر کے ہر قسم کے شرک سے ناطہ توڑ لیا۔

صحابہ کرامؓ کی محبتِ لافانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرتِ اقدسؑ فرماتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اس طرح فدا ہوئے کہ اپنی گردنیں تلوار کے نیچے رکھ دیں، وہ سرورِ کائناتؐ کے گرد حلقہ بگوش ہو گئے وہ یہ بھی بھول گئے کہ مکی ہیں یا مدنی۔وہ عشقِ صادق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے عزیز واقارب، وطن، گھر بار، جذبات واحساسات تمام قربان کر کے آپؐ کے قدموں میں جگہ بنالی۔اسکی ایک واضح مثال اصحابِ صُفّہ ہیں جو ایک چھوٹے سے چبوترے پر اپنے شام وسحر گزارتے تھے۔وہ گھروں کا سکھ چین، اپنی چھت کا امن وسکون چھوڑ کر اُس چھوٹے سے چبوترے پر ماہ وسال گزارتے تھے تاکہ کوئی پیغام، کوئی آواز اور کوئی حکم ایسا نہ ہو جس کے سننے سے وہ محروم رہ جائیں۔وہ تمام پروانے اپنی محبت کی شمع لئے سرورِ کائناتؐ کی قربت میں رہنا نصب العین قرار دیتے تھے۔کیونکہ زندگی کے تمام رُخ انہیں اپنے آقاؐ کے رُخِ روشن میں ہی میسر آجاتے تھے، یہاں تک کہ رات کی تاریکیاں بھی انہیں روشن ومنور نظر آتی تھیں اس لئے کہ انہیں نورِ ہدایت نصیب ہو چکا تھا۔کبھی وہ خواہشات کے بندے تھے اور آج جب وہ فخرِ موجوداتؐ کی خوشنودی کے حصار میں آگئے تو انہوں نے اپنے اور پرائے میں امتیاز ختم کر دیا، یک جان اور یک قالب ہو کر قربانی وایثار کا نمونہ دکھایا۔حضرت حمزہؓ جب جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تو ان کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ نے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ کو دو چادریں دیں کہ ان سے حضرت حمزہؓ کے کفن کا کام لیا جائے لیکن جب ان کو کفن پہنایا جا رہا تھا تو حضرت زبیرؓ نے دیکھا کہ اُن کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش پڑی ہے جس کیلئے کفن میسر نہیں۔آپ نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ اپنے ماموں کو دو چادریں پہنادیں اور دوسرا بھائی پاس بے کفن پڑا رہے۔چنانچہ آپ نے ایک چادر اُن کیلئے دے دی۔لیکن ایک چادر حضرت حمزہؓ کیلئے کافی نہ تھی۔سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ چادر سے چہرہ ڈھانک دو اور پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔اللہ اللہ کیسے عظیم لوگ تھے وہ جو غم کی شدّت میں بھی اپنے بھائیوں کا خیال رکھا کرتے تھے۔خدا تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے صدقے اُن کے دن روشن اور راتیں منور کر دی ہوئی تھیں۔جب صحابہ کرامؓ نے توحید کی داستان شروع کی تو وہ یہاں تک بھول گئے کہ انکے باپ اور بیٹے کون ہیں۔عشقِ محمدیؐ میں سرشار باپ اپنے بیٹے کی قربانی کیلئے تیار کھڑا ہے اور گستاخی شانِ رسول ﷺ کرنے والے باپ کے انتظار میں اُس کا بیٹا تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے کہ یا تو باپ عبداللہ بن ابی سلول اقرار کرے کہ محمدؐ رسول اللہ مدینہ کے معزز ترین شخص ہیں اور میں ذلیل ترین شخص ہوں اور اگر وہ یہ اقرار نہیں کرتا تو اپنی موت کیلئے تیار ہو جائے۔عبداللہ بن ابی سلول نے یہ نظارہ دیکھا تو اُس کا دل لرز گیا کہ آج تو بیٹے کے ہاتھوں خاتمہ یقینی ہے چنانچہ تمام دوستوں کے سامنے جن پر اپنا جھوٹا رعب ڈالتا تھا اُس کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ ہاں! میں مدینے کا ذلیل ترین انسان ہوں اور ہاں رسول اللہ محمد ﷺ مدینے کے معزز ترین انسان ہیں۔تو یہ تھا پروانوں کا عشق جس نے کہ خون کے رشتے بھی ختم کر دیئے تھے۔اور یہی گرمیٔ الفت تھی جس کی بناء پر حضرت زید بن حارثؓ نے اپنے برسوں کے بچھڑے ہوئے چچا اور باپ کے سامنے صاف صاف انکار کر دیا تھا کہ میں آپؐ کو چھوڑ کر ہرگز نہ جاؤں گا، میرے لئے چچا بھی آپؐ ہیں اور باپ بھی آپؐ۔سو صحابہ کرامؓ نے اس یقینِ کامل کے ساتھ اپنی جھولیاں بھر لیں کہ توحید ورسالت، قرآن وسنت کے سوا باقی تمام دنیا فانی ہے چنانچہ وہ عیش وآرام سے منہ موڑ کر قربان گاہوں کی طرف چل نکلے تا آنکہ قربانی میں کسی سے مات نہ کھا جائیں۔اور ایک دن وہ بھی آیا کہ ایک عاشقِ صادق، ایک پکا دوست صرف اللہ اور اُسکے رسولؐ کا نام اپنے گھر میں چھوڑ آیا اور باقی تمام مال ومتاع اپنے آقاؐ کے قدموں میں لا ڈھیر کیا حتّٰی کہ باوفا محبوب ﷺ نے فرمایا کہ ''ابوبکر کے مال سے بڑھ کر میں نے کسی کے مال سے فائدہ نہیں اُٹھایا''۔پس یہی اغنیاء اور سیری کا نتیجہ تھا کہ فانی چیزوں سے ہمیشہ کیلئے رشتہ توڑ کر وہ لوگ محبوب خدا کے محبوب بن گئے اور اس طرح وہ نفس اور خواہشات کی قید سے آزاد ہو گئے یہی آزادی انہیں جنت کی نوید دے گئی۔

نعت

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

دنیا تھی آفتاب نہ تھا، دن تھا کالی رات
اس شمع کے اجالے سے روشن تھی شش جہات
حاصل تھا اس کو روز ازل سے خدا کا پیار
بزم جہاں سجی تھی اسی شاہ کے لئے
جھک کر جبین کے بوسے لئے آفتاب نے
گردش میں روز و شب کی یہی راز تھا نہاں
شق قمر کا معجزہ معراج کی وہ رات
اسکی صداقتوں کا وہ ہلکا سا ارتعاش
کایا پلٹ دی دہر کی اس آفتاب نے
اک دو نہیں، نہیں ہیں کوئی پانچ اور سات
پیہم نوازشات غم نو ہیں اور میں
اب ناوک جہاں نے لگائے ہیں اتنے زخم
انسان ہوں دھڑکتا ہوا دل ہے میرے پاس
صَلِّ عَلٰی کا ورد سنائیگا میرا دل!
مجھ کو پکڑ کے قید کرو۔ جاں سے مار دو
مقصد میری حیات کا اب ہے فقط تُو ہی
میں معرض وجود میں آئی تھی اس لئے
سب سن رہے ہیں شوق سے، میں کہہ رہی ہوں نعت
ٹوٹے ہوئے دلوں کا یہ رونا کہ الاماں
کایا پلٹ دی دہر کی اس آفتاب نے

کس کے نقوشِ گام کی تھی منتظر حیات!
اسکی تجلیات کی لو بن گئی حیات
رب رحیم خالق عالم کا التفات
اس کے ہی دم سے عالم ہستی میں تھا ثبات
سجدہ میں گر گئی تھی، اسی روز کائنات
سب اسکے گرد گھومے تھے محور تھی اس کی ذات
دنیا میں اور کسکو ملے تھے وہ معجزات
بت جھک گئے تھے کعبہ میں جب لات اور منات
اک سوچ تھی خدا کی، محمد ﷺ کی کیا تھی بات
اب میں ہوں اور ایک ہجوم تفکرات
میری کہاں مجال، کہوں آج دل کی بات
گنتی بھی اتنی یاد نہیں جتنی مشکلات
دل کے حوالے سے نہ کوئی دے گا مجھکو مات
قدغن لگاؤ لاکھ، نکالو کئی نکات
پھر بھی کہوں گی، کہتی رہوں گی یہی میں بات
کہتی رہوں یا سنتی رہوں تیرے واقعات
تیری کہوں ازل سے ابد تک سبھی صفات
حدِ نظر سے دور افق تک خدا کی ذات
یاد آ گئی ہے مجھ کو وہ غارِ حرا کی رات
اک سوچ تھی خدا کی، محمد ﷺ کی کیا تھی بات

میں انگلستان میں رہتی ہوں پاکستان آئی ہوں

شگفتہ عزیز شاہ اسلام آباد پاکستان

میں انگلستان میں رہتی ہوں پاکستان آئی ہوں
حسیں یادیں حسیں سپنے حسیں ارمان لائی ہوں
ہمارا مُلک ہے ہم کو دل و جاں سے یہ پیارا ہے
بِنا اس کے تو یوں سمجھیں بڑا مشکل گذارا ہے
بڑی چاہت سے اپنے ملک میں ہر سال آتی ہوں
اور آکر اپنے لوگوں میں خوشی سے جھوم جاتی ہوں
مگر اس بار آنے کا مزہ میں چوکھا پاؤں گی
کہ جاتی بار ساتھ اپنے بہو کو لے کے جاؤں گی

بتایا ہے کئی بہنوں کو میں نے مدعا اپنا
خدا کے آگے پھیلایا ہے پھر دستِ دعا اپنا
مرے مولا مری سب خواہشیں تو پوری کر دینا
مرا دامن مرے من کی مرادوں سے تو بھر دینا
اُجالا ہو مرے گھر میں یہاں پھیلی ہوں تنویریں
خدایا جلد جگ جائیں مرے بیٹے کی تقدیریں

خدا رکھے مری بہنوں نے میرا مان بڑھایا
مجھے مقصود پانے کو بڑے لوگوں سے ملوایا
بشاشت سے کُھلا ہم پر کہ جو در ہم نے کُھلوایا
طبیعت میں بھی وسعت تھی انہیں دل کا کھلا پایا

سبھی اچھے ہیں اور مجھ سے ملے ہیں سب محبت سے
مجھے بھی ان سے الفت ہے ملی ہوں میں بھی چاہت سے
کئی دیکھی ہیں میں نے لڑکیاں گھر گھر گئی ہوں میں
مجھے سوچوں نے گھیرا ہے ذرا سی ڈر گئی ہوں میں

عجب اس دل کی حالت ہے عجب ہے اس کا افسانہ
مرے پیشِ نظر پرویں۔مرے دل میں ہے ڈایانا

حسیں چہرا حسیں آنکھیں حسیں ہی قد و قامت ہو
وہ لڑکی کیا ہو بس اِک حُسن و خوبی کی علامت ہو
حسینہ نازنینہ ہو قیامت ہی قیامت ہو
کہ سِن بیتے چلے جائیں پہ حُسن اس کا سلامت ہو
بڑے رنگیں ہیں میرے خواب ہوں رنگین تعبیریں
بس اب جاگیں مری مالک مرے بیٹے کی تقدیریں

ادارہ اعلیٰ ہو جس میں کہ تعلیم اس نے پائی ہو
نئی تہذیب سے بھی اس کو پوری آشنائی ہو
ادائیں دل نشیں رکھتی ہو دُھوم اس نے مچائی ہو
ہو اتنی پاپولر کہ اس کی دیوانی خدائی ہو
الٰہی کھول دے تالے پڑی ہیں کیوں یہ زنجیریں
بس اب جاگیں مری مالک مرے بیٹے کی تقدیریں

مرا بیٹا مرا لختِ جگر کیا نام دوں اس کو
نہیں کم شاہزادوں سے یہی بس نام دوں اس کو
بڑا سادہ بڑا شفاف اور دیں دار ہے لڑکا
وہ مردانہ وجاہت کا حسیں شہکار ہے لڑکا

تعاون کرنے والا ہو گا وہ سُسرال سے اپنے
بڑا مونس بڑا ہمدرد اور غمخوار ہے لڑکا
میں اپنے منہ سے کیا بولوں پہ جو بولوں وہ سچ بولوں
کہ بے شک و شُبہ بے حد ہی نیک اطوار ہے لڑکا

ہو جلدی فیصلہ کوئی تُو کر دے ایسی تدبیریں
کہ جگ جائیں مرے مولا مرے بیٹے کی تقدیریں

وہاں کا نیشنل لڑکا جہاں پیسہ ہی پیسہ ہو
ہو سر تا پاؤں خوشحالی تو پھر بتلائیں کیسا ہو
یہ سونے پہ سہاگہ ہے حسیں خوابوں کی تعبیریں
ملے بھاگوں بھری کوئی سناؤں اس کو تبشیریں
کوئی دن میں چمکنے کو ہیں اس بیٹے کی تقدیریں

یہی سودا لئے سر میں میں پاکستان گھوموں گی
میں پورا کرنے اس دل کا ہر اک ارمان گھوموں گی
مرا یہ عہد ہے اور ہے یہی پیمان گھوموں گی
میں آخر ماں ہوں بیٹے کی خوشی سے میں تو جھوموں گی
کہ لکھی جا چکی ہیں اب مرے دل پہ یہ تحریریں
کوئی دن میں چمکنے کو ہیں اس بیٹے کی تقدیریں

ابھی پنڈی میں بیٹھی ہوں تو کل لاہور جاؤں گی
پیام آئے ہوئے ہیں مجھ کو میں فی الفور جاؤں گی
وہاں جو لڑکیاں ہیں ان پہ کرنے غور جاؤں گی
بھلے خود کُش دھماکے ہوں دلے ہر طور جاؤں گی
ہلا سکتی نہیں عزمِ مصمم کو یہ شمشیریں
بڑی جلدی مرے خوابوں کو مل جائیں گی تعبیریں

ذرا کم خوبصورت پر مرا دل ٹھک نہیں سکتا
قدم گھر گھر میں جانے سے مرا اب رک نہیں سکتا
بجز اُونچے سٹیٹس کے مرا دل جھک نہیں سکتا
خلافِ طبع باتوں پہ بگڑ جاؤں یہ ممکن ہے
اِدھر دیکھوں اِدھر سے پھر اُدھر جاؤں یہ ممکن ہے
وہ ہوں گے اور جو لڑکوں کے رشتوں کو ترستے ہیں
یہاں رشتے خدا کے فضل سے چھم چھم برستے ہیں
خدا نہ جھوٹ بلوائے کرے وہ معاف تقصیریں
مرے پیشِ نظر اس وقت بھی ہیں چار تصویریں

☆......☆......☆......☆

احمدی نوجوانوں سے

احمدیت کے جواں سال علم بردارو
ہم نے ہر وادی و کہسار کو سر کرنا ہے

اپنا مقصود نہیں بستر کمخاب و سمور
سنگریزوں پہ چٹانوں پہ گزر کرنا ہے

یہ بھی دیکھو کہ ہیں کیا آبلہ پائی کے مزے
دشت میں خارِ مغیلاں پہ سفر کرنا ہے

آؤ طوفانوں بگولوں سے الجھنا سیکھیں
ہر بلا کے لئے سینوں کو سپر کرنا ہے

سینۂ ارض پکار اٹھے متیٰ نصراللہ
عشق کو خوگر فریادِ سحر کرنا ہے

اپنے اللہ کا فرمان ہے پورا ہوگا
ہم نے آباد اسے بارِ دگر کرنا ہے

اس کو مطلوب ہوں گر اپنے لہو کے چھینٹے
ہم نے ہر قطرۂ خوں نذر کرنا ہے

حرفِ والعصر کی آواز ذرا پہچانو
اور انوارِ خلافت کو غنیمت جانو

عبدالمنان ناہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Muslims who believe in the Messiah,
Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as].

۱۵ ۔مارچ ۲۰۱۱ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

یاسیدی!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔

جماعت احمدیہ امریکہ کے ممبران حضور انور ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے انتقال پر دلی صدمہ، افسوس اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں ۔اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے نیز پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے ۔آمین

محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب مرحوم حضرت المصلح الموعودؓ کے داماد اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بہنوئی تھے ۔آپ بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ درویش صفت بزرگ، دعائیں کرنے والے، متقی، مہمان نواز اور مسکرا کر ملنے والے واقف زندگی تھے ۔آپ کے اندر خلافت کی اطاعت اور وفا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ ترین صحابہ کی اولاد میں سے تھے ۔آپ کے دادا حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ تقویٰ الی اللہ، عاجزی اور انکساری میں بہت بڑھے ہوئے تھے ۔اور آپ کے نانا حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ کو فرشتہ کا لقب عطا ہوا تھا ۔

حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب بھی انہی بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ آپ کو قرآن کریم سے بھی گہرا عشق تھا اور روزانہ سات آٹھ سیپارے پڑھ لیتے تھے ۔نظر کمزور ہونے پر بھی روزانہ دو تین سیپارے تلاوت کرتے تھے ۔آپ نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا ہوا تھا ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی نسلوں میں بھی ان تمام نیکیوں کو زندہ رکھے اور انہیں بھی اسلام اور احمدیت کے مخلص خادم بنائے ۔آمین

خاکسار

احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ ۔امریکہ

15000 Good Hope Road, Silver Spring, MD 20905
phone: 301-879-0110 fax: 301-879-0115 www.ahmadiyya.us 1-800-Why-Islam